توحید اور ہم



تالیف: بشیر احمد لودھی
نظرثانی: حافظ صلاح الدین یوسف

مضامین

باب سوم

وسیلے کی حقیقت اور اس کا طریقہ

باب چہارم

معجزہ و کرامت



اللہ تعالیٰ کے بارے میں مذاہب باطلہ کا تصور

ہندو اور اللہ کا تصور

یہ کہنا غلط ہے کہ ہندو اللہ کے منکر ہیں۔ ہندو صرف ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اللہ کو کسی دوسرے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً ان کی مشہور مذہبی کتاب ''بھگوت گیتا'' میں اللہ تعالیٰ کو ''وشنو'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس کو تمام عیوب سے پاک، ہر شے کا خالق، نگران اور فنا کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ اسی کو مظلوموں کی جائے پناہ اور حق کے متلاشیوں کی منزل مقصود قرار دیا گیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وشنو اوتاروں کی صورت میں زمین پر ظاہر ہوتا ہے۔ بقول ان کے نرسنگھ اس کا چوتھا، رام چندر جی ساتواں اور کرشن جی مہاراج آٹھواں اوتار ہیں۔ بقول ان کے وشنو مختلف وقتوں پر مختلف صورتوں میں زمین پر ظاہر ہوتا ہے۔ عین اسی طرح جس طرح آج مسلمان بھی کہنے لگے ہیں ؎

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

چاچڑ وانگ مدینہ ڈسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر وچ پیر فریدن تے باطن وچ اللہ

مٹی دا بت بنا کے آپے وچ بہہ گیا
جگاں نوں بناون والا کہوی کھیڈے پے گیا

(استغفر اللہ ، نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)

ہندو عقائد کے مطابق ان بزرگوں کی عبادت فی الحقیقت ''وشنو'' ہی کی عبادت ہے۔ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان دیوتاؤں کو خوش کرنا لازم اور ضروری ہے ورنہ کہاں وشنو اور کہاں یہ انسانِ خاکی۔ غور فرمائیں کہ آج کے مسلمان کا عقیدہ اس سے کسی مقام پر مختلف ہے یا یہی ہے؟

جنگِ عظیم دوم کے شعلوں نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ مجھے بھی فوجی ملازمت کے سلسلے میں مشرقِ بعید (برما وغیرہ) میں گھومنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں عوام الناس کا مذہب بدھ مت ہے۔ ان کے گھروں اور عبادت خانوں میں جانے کا اکثر اتفاق ہوا۔ گوتم بدھ کے بت دیکھے۔ ان کا عقیدہ بھی ہندو عقیدے سے ملتا جلتا ہے ناموں کا فرق ہے۔

بتوں کے پجاری

یہ کہنا غلط ہے کہ بت پرست لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ لوگ بھی پتھر کو پتھر ہی جانتے ہیں۔ اگر پتھروں کی پوجا مقصود ہوتی تو وہ پہاڑوں کی پوجا کرتے، جہاں بڑے بڑے پتھر ہوتے ہیں اور وہ سڑکوں پر پتھر استعمال کر کے پتھر کی بے حرمتی کبھی نہ کرتے۔ مگر پتھر کو جب کسی قابلِ احترام بزرگ شخصیت سے منسوب کر کے لایا جاتا ہے تو پھر اس پتھر کا احترام کرنا اور اس کی پوجا کرنا وہ فرض جانتے ہیں۔ وہ ان بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں جن سے وہ پتھر یا لکڑی کا بت منسوب ہوتا ہے، مقصود بت نہیں بلکہ بزرگ کی ذات ہوتی ہے۔ بت کا پجاری دنیا میں کوئی نہیں ہے بلکہ پوجا بزرگ کی مقصود ہوتی ہے۔

انقلاباتِ زمانہ

جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر دو ایٹم بم ”بڑا لڑکا“ اور ”چھوٹا لڑکا“ نامی گرائے گئے اور جاپان ملبہ بن گیا۔ جاپان کی شکست کے ساتھ ہی جرمن فوجیں بھی منتشر ہوگئیں اور جنگ عظیم دوم ختم ہوگئی۔ پھر پاکستان بن گیا۔ الحمدللہ۔ ہندو دوست بھارت چلے گئے، مسلمان دوست میسر آئے۔ وہ وقت بھی عجیب تھا کہ جذبۂ اسلام سب میں شدت سے پایا جاتا تھا، سب کے سب صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، صبح اور دوپہر کو تلاوت قرآن باقاعدگی سے کرتے تھے۔ میرے کانوں نے قرآن کی تلاوت نہایت ہی میٹھی اور پرکشش آواز میں پہلی بار 14 اگست 1947ء کو رات بارہ بجے ریڈیو پر سنی ”صحبتِ صالح ترا، صالح کند“ کے مصداق مجھے بھی زندگی میں پہلی بار قرآن پاک پڑھنے کا شوق ہوا۔ میرے باپ کی دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا اور میں عملاً مسلمان ہوگیا، مندر کی بجائے مسجد جانے لگا۔ میں ابھی آہستہ آہستہ قرآن پاک پڑھتا تھا مگر میرے دل میں ایک بات راسخ ہو چکی تھی کہ بغیر ترجمے





کے قرآن پڑھنا دوسری زندگی میں تو مفید ہوگا مگر اس زندگی میں ہرگز مفید نہیں، اس لیے میں قرآن کے عربی الفاظ کے ساتھ ساتھ اردو ترجمے پر زیادہ غور کرتا تھا۔ میں نے ایک چھوٹا سا قرآن پاک خریدا جو تاج کمپنی کا شائع کردہ تھا اور نیچے لفظی ترجمہ لکھا ہوا تھا، وہ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں ایک روز میں چند ہی آیات پڑھتا تھا لیکن ان کا ترجمہ ذہن میں رکھتا اور آیات کو ملا کر نتائج اخذ کرتا رہتا تھا۔ اس طرزِ عمل پر میرا اختلاف بھی کچھ دوستوں سے ہوا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○﴾

"یہ بابرکت کتاب ہم نے تمھاری طرف اس لیے نازل فرمائی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔"[1]

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○﴾

"کیا پھر وہ لوگ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"[2]

میں نے سوچا،

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں؟
فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غمِ دوش رہوں

(شکوہ: اقبال)

علماء سے اختلاف

مسلمانوں کی ہم نشینی کی وجہ سے کچھ علمائے کرام کو سننے کا بھی اتفاق ہوا۔ میں نے مندر میں تعلیم پائی تھی اور بت پرستوں میں زندگی کا ایک حصہ گزار چکا تھا، اس لیے میں نے علمائے کرام کی یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ مکہ کے کافر و مشرک اللہ تعالیٰ کے منکر تھے اور پتھر کے بتوں کو خدا مان کر پوجا کرتے تھے۔ یہ سوال ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے قرآن کریم میں سے اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی۔ میں نے قرآن میں پڑھا کہ قریش مکہ بھی صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کو اللہ، خالقِ کل، مالکِ کل، حاجت روا اور مشکل کشا

[1] ص: 29/38   [2] محمد: 24/47

مانتے تھے۔ آپ کو اس بات سے حیرت ضرور ہوگی مگر قرآن پاک سے میرے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔



کفار مکہ اور اللہ کا تصور

نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر کفارِ مکہ نے چلنے سے انکار کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ان سے اللہ کے بارے میں چند سوال پوچھو اور ان سے جو جواب متوقع تھا وہ بھی نقل کر دیا، فرمایا:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ
لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○﴾

"اور بلاشبہ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور کس نے شمس و قمر کو؟ تو یہ فوراً کہیں گے: اللہ نے! پس یہ کہاں ہیں؟ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے، اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر کس نے زمین کی موت (ویرانی) کے بعد اسے زندہ کیا، تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! تو آپ کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے لیکن ان کے اکثر بے عقل ہیں۔"[1]

غور فرمائیں! میں بھی اکثر سوچتا تھا کہ اللہ کو سب کچھ مانتے بھی ہیں جس کی گواہی خود اللہ پاک دے رہے ہیں تو پھر وہ بے عقل اور گم کردہ راہ کیوں قرار پائے تھے؟ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ

[1] العنکبوت: 29/61-63

الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝﴾

”(اے نبی!) کہہ دیجیے: تمھیں آسمان اور زمین سے کون رزق بہم پہنچاتا ہے یا قوتِ سماعت و بصارت کا مالک کون ہے اور زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ! کہہ دیجیے: کیا پھر بھی تم ڈرتے نہیں؟“ [1]

میں حیران اس بات پر تھا کہ اس طرح اللہ کو ماننے میں کیا نقص ہے؟ ہم بھی تو اسی طرح مانتے ہیں مگر اس طرح ماننے والوں کو نہ ڈرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ آخر کیوں؟ پھر ارشاد ہوا:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾

”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے: اللہ نے، آپ فرما دیجیے: تمام تعریفوں کے لائق تو اللہ ہی کی ذات ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ [2]

میں ان آیات کو دل میں جذبۂ جستجو دبائے ہوئے یکجا کرتا چلا گیا۔ حیران تھا کہ آخر نقص کیا ہے کہ ہماری طرح اللہ کو ماننے کے باوجود انھیں نہ جاننے والے قرار دیا گیا ہے۔ پھر میں نے ارشادِ ربانی پڑھا:

﴿قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ۝﴾

”ان سے کہیے کہ اگر تم کو کچھ علم ہے تو بتاؤ کہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے: اللہ کی! کہو پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھو،

[1] یونس :31/10 [2] لقمان :25/31

ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے: اللہ! کہو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہو پھر کہاں سے تم کو دھوکہ لگتا ہے؟'' [1]

جب میں نے یہ آیات پڑھیں تو دوسری باتوں کے علاوہ مجھے مسلمانوں کے اس شعر کی صحت پر بھی سخت اختلاف ہوا۔

خدا کا پکڑا چھڑا لے محمد (ﷺ)
محمد (ﷺ) کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

آخر کیوں اور کس طرح؟ حضرت محمد ﷺ کے مقابلے میں اللہ کو مجبور کیوں ظاہر کیا گیا ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

اگر آپ غور فرمائیں تو مندرجہ بالا آیات کو پڑھنے سے یہ بات صاف صاف سمجھ میں آتی ہے کہ کفارِ مکہ آسمان وزمین کا خالق، شمس وقمر کو پابندِ ضابطہ کرنے والا، رزق دینے کے علاوہ اس میں کمی وبیشی کرنے والا، ہر چیز کا کامل اور مکمل علم رکھنے والا، آسمانوں سے پانی نازل فرمانے والا، اس سے مردہ زمین کو جلا بخشنے والا، مالکِ قوتِ سماعت وبصارت، مردہ چیز سے زندہ اور زندہ سے مردہ چیز کو پیدا کرنے والا، اس ناپیدا کنار کائنات کی منصوبہ بندی کرنے والا، زمین اور اس کے اندر کی چیز کا مالک، سات آسمانوں اور عرش عظیم کا پروردگار جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز ہے، ہر کسی کو پناہ دینے والا اور وہ جس سے کوئی بھی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، اللہ ہی کو مانتے تھے۔ اسی طرح جس طرح آج میں اور آپ مانتے ہیں، بلکہ میں قرآن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا تھا کہ کفارِ مکہ دعائیں بھی اسی ایک اللہ سے مانگتے تھے جس سے میں اور آپ مانگتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ ﴾

''اور جب انھوں نے کہا: اے ہمارے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے واقعی



[1] المومنون: 23/84-89



حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔“ [1]

یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار مکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی تبلیغ کے بڑھتے ہوئے اثر کو روک نہ سکے تو تھک ہار کر ابوجہل نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے غلاف کو پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی۔ مگر آپ اس بحث میں نہ پڑیں کہ یہ کون تھا اور اس نے کس وقت کس حالت میں دعا مانگی تھی؟ آیت صاف بتا رہی ہے کہ کوئی منکر قرآن ہی تھا۔ ایک اور جگہ اس کی وضاحت ہے:

﴿وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ۝﴾

”اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارا حصہ یوم حساب سے قبل ہم کو دے ڈال۔“ [2]

میں جوں جوں یہ آیات پڑھتا گیا میری حیرت بڑھتی گئی۔ یہ بات بھی عجب ہے کہ ایک قوم ہر چیز کا مالک و خالق بھی ہماری طرح اللہ ہی کو مانے اور ہر مشکل وقت پر دستِ دعا بھی اسی کے سامنے دراز کرے جس کے سامنے ہم کرتے ہیں۔ پھر بھی ہمیں اس قدر دعوائے مسلمانی ہو اور وہ کافر قرار پائے۔ اس قوم سے بار بار کہا جائے ”تم کہاں گھوم رہے ہو؟“ ”ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔“ ”کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟“ ”ان میں سے اکثر بے علم ہیں۔“ ”کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ہو؟“ ”تم کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو؟“ وغیرہ وغیرہ۔ اس الجھن کو بھی قرآن کریم نے دور فرما دیا۔

کافر کیوں

میں کفار مکہ اور نبی اکرم ﷺ کے مابین وجہ مخاصمت دریافت کرنے کے لیے بے قرار ہو گیا۔ یہ کتاب مقدس جو:

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾

”لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔“ [3]

اس میں، میں نے ایک آیت پڑھی۔ جس نے اس مسئلے کو واضح کر دیا۔

---

[1] الأنفال 8: 32   [2] ص 38: 16   [3] البقرة 2: 185

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○﴾

''وہ اللہ کے سوا ان لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نقصان دے سکتے ہیں نہ فائدہ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے حضور ہماری سفارش کرتے ہیں۔ اے نبی! ان سے کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کو آسمان و زمین کی ان چیزوں کی خبر دے رہے ہو جن کا اس کو علم نہیں ہے۔ اللہ پاک اور بلند و بالا ہے اس چیز سے جو یہ شرک کرتے ہیں۔'' [1]

غور فرمائیں! اس آیت میں ان لوگوں کا قصور بتا دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے ہاں کسی فوت شدہ بزرگ کی روح کو پکارا جائے کہ وہ سفارش کرے، اسی کو اللہ نے شرک قرار دیا ہے۔ اور اسی مضمون کو قرآن نے اس طرح بیان کیا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾

''جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو ولی بنا رکھا ہے (ان کی بابت وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی بندگی اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔'' [2]

خلاصۂ کلام

قرآن پاک کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ کفار مکہ بھی ہندوؤں کی طرح ایک اللہ کے منکر نہ تھے بلکہ وہ اسی سے دعائیں مانگتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی عبادت بھی کرتے تھے، یعنی ان کی نذر و نیاز اور چڑھاوے بھی دیتے تھے، ان کے نام کے وظیفے بھی کرتے تھے کہ ان کی روحوں کو خوش کر لیا جائے تو یہ ہماری سفارش کرتے ہیں اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ ورنہ کہاں اللہ اور کہاں یہ آدم خاکی۔ بس یہ تھا فرق اور یہ تھا جھگڑا۔ ذرا غور کرنے پر میری روح لرز گئی کہ ہمارے مسلمان بھی تو یہی کچھ کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ایسا کرتے ہیں تو آج ہی توبہ کر لیں۔ آیئے اب سفارش کی حقیقت پر غور کریں۔

[1] یونس: 18/10 [2] الزمر: 3/39





سفارش کی حقیقت

دنیا میں سفارش کے بل بوتے پر قدرت کا یہ شاہکار انسان وہ کچھ کر گزرتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہ قتل و غارت میں مصروف رہتا ہے اور سفارش کے بل بوتے پر صاف بچ بھی جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان کی محتاجی محسوس کرتا ہے لہٰذا سفارش غلط ہو یا درست ماننی پڑتی ہے۔ مگر اللہ قادر مطلق پر یہ مثال صادق نہیں آتی کیونکہ اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے ایک سوال پوچھا ہے:

﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○﴾

''کیا تمھارے غلام تمھارے اس رزق میں برابر کے شریک ہو سکتے ہیں جو تم کو ہم نے دیا ہے؟ کیا تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم صاحب عقل لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔''[1]

غور فرمائیں! کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اختیارات میں جو آپ کے اپنے بھی نہیں ہیں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس طرح کا تصور کیوں کرتے ہیں؟

اللہ تو کسی کی سفارش مان لینے پر مجبور بھی نہیں ہے۔

بلکہ اس کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی سفارش کر ہی نہیں سکے گا۔

''نبی اور ولی سب مجبور ہیں واں''

---

[1] الروم :30/28



اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟ وہ جو کچھ ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ہے، جانتا ہے۔'' [1]

گویا سفارش تو اس کے سامنے ہوتی ہے جو خود کمزور ہو اور اس کو ڈر ہو کہ اگر میں نے سفارش نہ مانی تو یہ سفارش کرنے والا ناراض ہو جائے گا اور میرا کوئی نقصان کرے گا یا جب مجھے اس کی ضرورت ہوگی تو یہ میرے کام نہیں آئے گا۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جس کے سامنے سفارش کی جاتی ہے اس کی معلومات محدود ہوتی ہیں۔ اس کو بتانے کی ضرورت پڑتی ہے کہ جو آپ کے علم میں نہیں ہے وہ میں جانتا ہوں۔ اگر آپ میری باتوں پر یقین نہیں کریں گے تو آپ ظلم کر بیٹھیں گے، بے انصافی ہوگی۔ اس کو بھی سفارش کرنے والے پر یقین کرنا پڑتا ہے کہ شاید یہ سفارش کرنے والا درست ہی کہہ رہا ہو مگر آپ اللہ تعالیٰ سے کوئی کمزوری منسوب ہی نہیں کر سکتے۔ پھر سفارش کی حقیقت کیا ہے؟ سوچیے! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ﴾

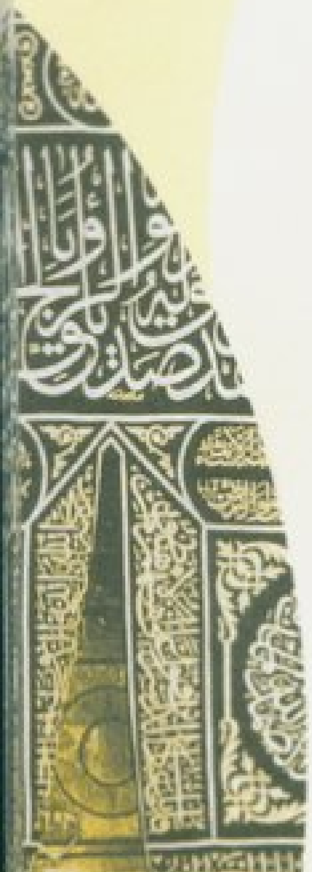
''کیا انھوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں؟ کہہ دیجیے: خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے ہوں۔ کہہ دیجیے! شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔'' [2]

اعلانِ عام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

① البقرة: 255/2   ② الزمر: 39/43، 44



﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾

"(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: انھیں پکارو جنھیں تم نے اللہ کے سوا خیال کیا تھا، وہ آسمانوں میں اور زمینوں میں ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے، اور نہ ان کا دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہی ہے اور اس کے ہاں صرف اس شخص کی اجازت نفع دے گی جسے اللہ اجازت دے گا۔" [1]

﴿ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ ﴾

"اس کے اِذن کے بغیر کوئی سفارشی نہیں ہے۔ یہی اللہ ہے تمہارا پروردگار، چنانچہ تم اسی کی عبادت کرو پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟" [2]

اذن کیا ہے؟

اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ اذن کیا ہے؟ جب میں نے بار بار پڑھا کہ اللہ پر کسی کا دباؤ نہیں۔ کوئی اس کے کام میں دخل دینے کا مجاز نہیں اور کوئی سفارش اس کے اذن کے بغیر سودمند نہیں تو میرے ذہن میں سوال ابھرا کہ یہ اِذن کیا ہے؟ یہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے کیا ذریعہ ہونا چاہیے؟

ان سوالات کا جواب جو مجھے قرآن کریم نے دیا ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھوں گا مگر اس سے پہلے آپ ان لوگوں کے بارے میں پڑھ لیں جنھوں نے اذن لیے بغیر سفارش کر دی تھی اور ان کی سفارش کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی تھی۔

نوح علیہ السلام کا قصہ

نوح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ ان کی قوم میں وہی شرک کی بیماری پھیلی ہوئی تھی جس میں اہل مکہ مبتلا تھے لہٰذا ان کی اصلاح نوح علیہ السلام کے سپرد کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] سبا: 34/22، 23 [2] یونس: 10/3

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾

''بلاشبہ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو دردناک عذاب کے آنے سے پہلے ڈرا دے۔'' [1]

انھی کی بابت مزید فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ﴾

''پس وہ ان میں پچاس کم ہزار (950) برس رہے۔'' [2]

اس ساڑھے نوسو برس میں سے قبل از بعثت چالیس برس کا عرصہ نکال بھی دیں۔ پھر بھی نوح علیہ السلام نوسو دس برس اس قوم میں فرائض منصبی ادا کرتے رہے مگر اس قوم کے سرداروں نے ڈھنڈورا پیٹ دیا اور کہا:

﴿ لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ○﴾

''تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑو۔ تم اپنے وڈ کو، سواع کو، یغوث کو، یعوق کو اور نسر کو مت چھوڑو۔'' [3]

یہ پانچ قومِ نوح کے صالح لوگ تھے جن کو موت کے بعد لوگوں نے اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔ نوح علیہ السلام عرصۂ دراز تک قوم کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔ اپنے بس میں نہ تھا کہ قوم کو سیدھی راہ پر ڈال لیں یا ان کا کچھ بگاڑ لیں۔ گستاخیاں برداشت کرتے کرتے پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا تو نوح علیہ السلام اللہ کے سامنے فریاد کناں ہوئے:

﴿ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ○﴾

''(اے میرے رب) بے شک میں بے بس ہوں، اب تو ہی انتقام لے۔'' [4]

پھر اپنی زندگی بھر کی روداد بیان کرتے ہوئے اس کے دربار میں استغاثہ دائر کر دیا اور آخر میں یوں عرض کی:



---

[1] نوح: 1/71 [2] العنکبوت: 14/29 [3] نوح: 23/71 [4] القمر: 10/54



﴿ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ○ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ○ ﴾

''اے میرے پروردگار! زمین پر بسنے والے کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ بلاشبہ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور (آئندہ) فاجر کافر ہی جنیں گے۔ اے میرے پروردگار! مجھے، میرے والدین کو، جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوں ان کو اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما اور ظالموں کو بربادی و ہلاکت ہی میں زیادہ کر۔'' [1]

چنانچہ حکم ہوا:

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ○ ﴾

''تو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا۔ ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات مت کرنا بے شک انھیں غرق کر دیا جائے گا۔'' [2]

پھر اس قوم کے لیے وہ دن آ گیا:

﴿ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ○ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○ ﴾

''پس ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ کھول دیے اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے، تو پانی ایک امر پر مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔'' [3]

﴿ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ○ ﴾

---

[1] (پوری فریاد دیکھیے: سورۂ نوح: 25،26/71) [2] هود: 37/11 [3] القمر: 12،11/54

"حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور نے (پانی کا) جوش مارا تو ہم نے حکم دیا: اس (کشتی) میں ہر قسم کے دو دو جوڑے مع اپنے اہل کے سوار کر لے، سوائے اس شخص کے جس کی بابت پہلے حکم ہو چکا، اور اہل ایمان کو بھی سوار کر لے اور اس کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے۔" [1]

غور فرمائیں! بات سمجھ میں آ جائے گی کہ "اہل" کو سوار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ ان میں سے ان کو سوار نہ کرنا جن کے لیے عذاب مقدر ہو چکا ہے، پھر فرما دیا تھا کہ ظالموں کے بارے میں مجھ سے مخاطب نہ ہونا۔ آپ حیران ہوں گے کہ ان بدنصیبوں میں نوح علیہ السلام کا اپنا بیٹا بھی تھا جسے خطرے میں دیکھ کر شفقتِ پدری نے اتنا جوش مارا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی ہوئی پابندی بھول گئی۔

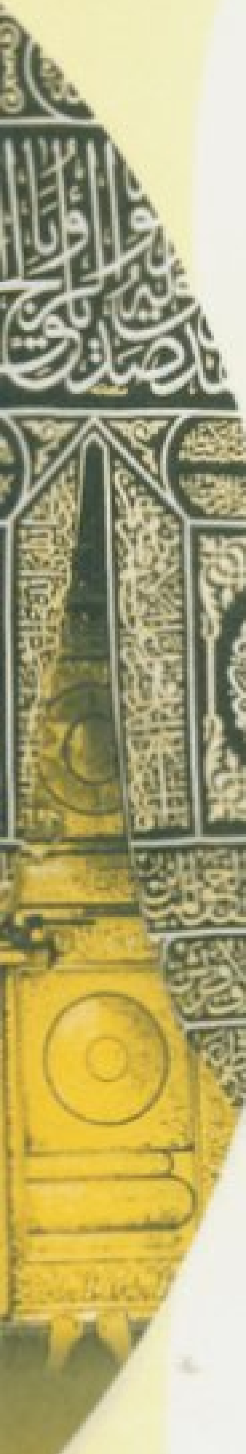
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَادٰی نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ○ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ○ وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○﴾

"اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا جو سب سے الگ تھلگ تھا: اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں اس پہاڑ کی طرف پناہ لے لیتا ہوں، جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ فرمایا: آج اللہ کے حکم سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ سوائے اس کے جس پر اللہ خود ہی رحم فرمائے اور ایک موج ان کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ غرق کر دیے گئے لوگوں میں سے ہو گیا اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا تو پانی خشک ہو گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی کوہ جودی پر



[1] ھود :11/40



جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگوں پر لعنت ہو۔" [1]

مگر شفقت پدری پھر بھی باز نہ آئی اور نوح علیہ السلام اللہ کے حضور یوں فریاد کناں ہوئے:

﴿ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ○
قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ
مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ○ قَالَ رَبِّ
اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ
وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ ﴾

"اے میرے پروردگار! بے شک میرا بیٹا بھی تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی حق ہے اور تو حاکموں کا حاکم ہے۔ جواب آیا کہ اے نوح! وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل غیر صالح ہیں۔ پس جس کا تم کو علم نہ ہو اس کے بارے میں مجھ سے سوال مت کرو۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں تا کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میں اس بات کے متعلق سوال کرنے سے جس کا مجھ کو علم نہ ہو تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اگر تو نے میری مغفرت کر کے مجھ پر رحمت نہ فرمائی تو میں زیاں کاروں میں سے ہو جاؤں گا۔" [2]

دیکھ لیا آپ نے کہ نظام الٰہی میں سب بے بس ہیں۔ کفار کو سزا دینا بس میں ہے نہ گرفتار شدہ بیٹے کو چھڑانا بس میں ہے۔ یہ تھی بغیر اذن کے سفارش اور یہ تھا اس کا حشر۔ اس مقام پر میرا یہ عقیدہ تار تار ہو گیا کہ یاروں کو یاروں کی ماننی ہی پڑتی ہے۔ یہ بات اللہ کے بارے میں غلط ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں "یار" کا لفظ استعمال کرنا بھی موزوں نہیں، کوئی بھی اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔ ادھر ہم ہیں کہ ہر مفت خورے ملنگ سے امیدیں باندھ رکھی ہیں۔ کبھی سوچنا چاہیے کہ ساڑھے نو سو برس تبلیغ کرنے والے نبی علیہ السلام اپنے جگر گوشے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اپنی بات نہ منوا سکے تو "کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا" ان لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے جو اپنے لیے بھی صفر ہیں اور دوسروں کے لیے بھی صفر۔ براہ کرم انصاف فرمائیں

---

[1] هود: 11/42-44 [2] هود: 11/45-47

اور اگر غلط عرض کر رہا ہوں تو مجھے اس سے آگاہ فرمائیں۔ بے جا اصرار نہ کیجیے۔ اس فرقہ پرستی اور جاہلیت کے خول سے باہر نکل کر قرآن پر غور فرمایئے اور تعصب سے رب کی پناہ مانگیے۔

ایک غلط فہمی اور بھی پیدا ہو سکتی ہے وہ یہ کہ دوسرے انبیائے کرام کو تو اختیارات نہیں مگر ہمارے نبی ﷺ امام الانبیاء ہیں ان کو تو مختار کل بنایا گیا ہے۔ ان کی روح کو پکار کر اپنی حاجات پیش کرنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی اس آیت پر غور فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے کہلوا رہا ہے تاکہ امت کے دماغوں کی اصلاح ہو جائے:

﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ﴾

''کہہ دیجیے کہ میں تو اللہ کی مشیت کے بغیر اپنی جان کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔''[1]

یہی حکم سورۂ یونس کی آیت نمبر 49 میں بھی موجود ہے۔

پھر سردار دو جہاں کی زندگی پر غور کیا جائے تو ان آیات کی تصدیق ہوتی ہے، مثلاً: انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابوسیف کے ہاں گیا جو کہ نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ کے خاوند تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لے لیا، اسے بوسہ دیا اور سونگھا، یعنی اپنی ناک اور منہ کو ان کے منہ پر اس طرح رکھا جس طرح کوئی سونگھتا ہے۔ اس کے کچھ دن بعد پھر ابوسیف کے ہاں گئے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ اس وقت حالتِ نزع میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں ان کو دیکھ کر بہنے لگیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی روتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں۔'' اس کے بعد پھر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ»

''آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل غمگین ہے اور ہم اپنی زبان سے صرف وہی بات

---

[1] الأعراف: 188/7

[2] صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ: إنا بك لمحزونون، حديث: 1303

کہتے ہیں جس پر ہمارا پروردگار راضی ہو۔ اے ابراہیم! بے شک ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔''

یہ ہے اللہ اور یہ ہے بندہ جو کہ اس کی مشیت کے سامنے بالکل بے بس ہے۔ میں ایک عرصے تک اسی سوچ میں غرق رہا کہ آخر کسی مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی ہونی چاہیے۔ کسی عظیم المرتبت شخصیت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے Proper Channel ہوتے ہیں۔ آخر اللہ تک بھی تو یہ بزرگ Proper Channel ہی ہیں۔ اس کا اذن حاصل کرنے کے لیے بھی تو کوئی وسیلہ چاہیے۔ وہ وسیلہ بھی آپ کو ضرور بتاؤں گا، مگر اس سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے کچھ واقعات مختصراً پڑھ لیں۔

- جنگ احد میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ خود نبی اکرم ﷺ کے شفیق چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوگئے۔ اس دکھ کو آپ ﷺ کبھی نہ بھلا سکے۔ ان کا قاتل وحشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگیا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی میری آنکھوں کے سامنے نہ آنا کیونکہ مجھے چچا یاد آئیں گے۔ آپ ﷺ کا دانت مبارک بھی شہید ہوا اور ضربیں بھی آئیں۔ یہ سب اللہ کی مشیت تھی۔ ورنہ کون صدمے اٹھانے کا شوق رکھتا ہے؟
- آپ ﷺ طائف میں تبلیغ کی غرض سے تشریف لے گئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ سردارانِ طائف نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا، بلکہ غنڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ جو گستاخیاں کرتے رہے اور آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر پتھر برساتے رہے حتیٰ کہ جسم مبارک زخمی ہوگیا اور خون بہنے سے جوتی بھی پاؤں کے ساتھ جم گئی۔ آپ ﷺ کا جی گھبرانے لگا۔ مگر لونڈے آپ ﷺ کو بیٹھنے بھی نہ دیتے تھے اور پتھر مار مار کر چلنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ یہ تھی اللہ کی مشیت اور یہ تھی اس کے بندے کی اس کی مشیت کے سامنے مجبوری و بے بسی۔

علاوہ ازیں بہت سے واقعات ان آیات کی تصدیق کرتے ہیں، مگر اختصار کی خاطر ان کو چھوڑ رہا ہوں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ایک کرم فرمانے میرے ذہن کو ایک عجیب ہی چکر میں ڈال دیا تھا۔ آپ اس سے بچ جائیں۔ وہ یہ کہ وہ تو نبی ہیں۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے۔ ان کے لیے تو صرف اللہ ہی جو کرے سو کرے کیونکہ ان کی سفارش تو وہی کرے جو ان سے بڑا ہو۔ ہمارے لیے تو وہی سفارش کر سکتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے وسیلہ ہیں۔ میری غلط فہمی کو قرآن پاک نے یوں رفع فرمادیا:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝﴾

''(اے نبی!) انھیں کہہ دیجیے: میں تمہارے لیے کسی بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔'' [1]

اس کی تصدیق مجھے یوں ملی کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مر گیا۔ اس نے زندگی میں بظاہر نبی اکرم ﷺ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو اپنا کرتہ بھی پہنایا۔ اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی اور دعائے مغفرت بھی فرمائی مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہیں تھا اس لیے رحمت دو جہاں ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب آ گیا:

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾

''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں (برابر ہے)، بلکہ اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی بخشش مانگیں تب بھی اللہ ان کو معاف نہیں فرمائے گا۔'' [2]

بلکہ آئندہ کے لیے ایک قانون بنادیا:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝﴾

''نبی کو اور اہل ایمان کو ہرگز یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی بھی ہوں۔ جب کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ اہل جہنم ہیں۔'' [3]



[1] الجن: 21/72 [2] التوبة: 80/9 [3] التوبة: 113/9



پھر فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

''اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو ان پر نماز (جنازہ) نہ پڑھیں، بلکہ ان کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں۔'' [1]

دوسرا رخ

یہ تو تھا ارادۂ خیر بغیر اذن کے جو پورا نہ ہوا۔ اب دوسرا رخ لیجیے۔ نبی رحمت ﷺ نے ایک قوم کی درخواست پر ان کو تعلیم دینے کے لیے ستر قاریوں کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اس قوم کی طرف سے یہ ایک فریب تھا، لہٰذا انھوں نے قاریوں کو قتل کر دیا۔ اس ظلم کی خبر مجسمۂ رحمت ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ کو سخت دکھ ہوا۔ آپ ﷺ نے ایک ماہ لگاتار نماز فجر میں قنوت نازلہ کے ساتھ ان قاتلوں کے لیے بددعا فرمائی اور قیدیوں کے لیے خلاصی کی دعا فرمائی۔ الفاظ یہ تھے:

''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابوربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! قوم مضر پر تو اپنا سخت عذاب نازل فرما اور اس عذاب کو قحط کی صورت میں نمودار فرما۔ ایسا قحط جو یوسف علیہ السلام کے قحط کی مانند ہو۔ (یعنی سات برس۔)''

آپ اندازہ فرمالیں کہ نبی اکرم ﷺ کو کس قدر رنج و غم تھا کہ یہ بددعا آپ ﷺ بلند آواز سے کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا»

''اے میرے اللہ! تو فلاں فلاں پر لعنت فرما۔'' [2]

یعنی آپ ﷺ ان عرب قبائل کا نام لیتے تھے جو قاتل تھے۔ بددعا جاری رہی یہاں تک کہ حکم آ گیا:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

[1] التوبة: 84/9

[2] صحیح البخاري، التفسیر، باب لیس لك من الأمر شيء، حدیث: 4560

﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

"(اے نبی!) اس معاملے میں آپ کا کوئی اختیار نہیں، اللہ ان لوگوں کو چاہے تو معاف کر دے، چاہے تو انھیں عذاب دے بے شک وہ ظالم ہیں۔ آسمان و زمین میں ہر چیز اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے، معاف کرے اور جسے چاہے، عذاب دے اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔"[1]

اس آیت سے ؎

خدا کا پکڑا چھڑا لے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

کی حقیقت بھی مجھ پر کھل گئی کہ یہ جھوٹ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے چھڑانا چاہا تو چھڑا نہ سکے اور پکڑنا چاہا تو پکڑ نہ سکے۔ اللہ کا مقام وہ ہے اور بندے کا مقام یہ ہے ؎

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں

جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

یہ بات بتانے سے پہلے کہ اللہ کا اذن کیا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو ایک اور الجھن سے نکالنے کی کوشش کروں کہ صاحب قبر، صاحب بت یا صاحب جگہ و مکان جو اس مادی زندگی کی قیود سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کے مہمان ہو چکے ہیں وہ ہماری دعاؤں، پکاروں اور مناجات سے بے نیاز اور بے خبر ہیں، البتہ وہ ہماری پر خلوص دعاؤں کے ضرورت مند ہیں، اسی لیے تو ہم نماز جنازہ میں ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

موت کے بعد سفارش

قرآن کریم کی دو آیات کو اکثر علمائے کرام یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں کہ شہید



---

[1] آل عمران :3/128، 129

زندہ ہیں، اس لیے ان سے مدد طلب کرنا اور ان کو سفارش کے لیے کہنا جائز ہے۔ اختصار کی خاطر میں ان آیات پر بحث کرنا نہیں چاہتا، مگر یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ زندوں کی سفارش بغیر اللہ کے اذن کے کیا ہوئی؟ اس کو آپ نے دیکھ لیا۔ اب ذیل میں چند واقعات پیش کرتا ہوں تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے اور موت کے بعد کی زندگی کا کچھ تصور آپ کے ذہن میں قائم ہو جائے۔

قصۂ اصحاب کہف

یہ ان زندہ اولیاء اللہ کا قصہ ہے جو زندگی میں نیند کی حالت میں زمین کی سطح پر تین سو نو برس سوتے رہے اور تھک جانے پر پہلو بھی بدلتے رہے، مگر جب اللہ نے ان کو نیند سے بیدار کیا تو زمانے کے حالات سے بے خبر تھے۔ لیجیے اب قرآن کی زبانی پڑھیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۝ ﴾

”کیا تم خیال کرتے ہو کہ اصحابِ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجب نشانی تھے؟“[1]

مزید فرمان الٰہی ہے:

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۝ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ۝ هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝ ﴾ (الكهف: ١٨/١٣-١٥)

”ہم ان کا حال ٹھیک ٹھیک آپ سے بیان کرتے ہیں۔ بے شک وہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت بخشی۔ جب وہ (جابر حاکم وقت کے دربار میں) کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے، جب وہ کھڑے ہوئے تو بولے: ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو

[1] الكهف: 9/18

آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔ ہم اس کے علاوہ کسی معبود کو نہیں پکاریں گے (اگر ہم نے ایسا کیا) تو یہ عقل سے بعید بات ہوگی۔ ہماری یہ قوم ہے کہ اس نے اس کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں۔ وہ اس کے لیے واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ بھلا اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟" [1]

یہ گفتگو وہ اولیاء اللہ اس کافر و جابر بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر کر رہے تھے جس کا نام "دقیانوس" بتایا جاتا ہے۔ اس کے سامنے ان کو توحید اختیار کرنے کے جرم میں پیش کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حوصلے بلند رکھنے کے علاوہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی:

﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۝﴾

"جب تم ان لوگوں اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے علیحدہ ہو گئے ہو تو غار میں پناہ لے لو تاکہ تمہارا پروردگار تمہارے لیے دامنِ رحمت وسیع فرمادے اور تمہارے لیے اس سے آرام کا سامان پیدا کردے۔" [2]



کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کسی مصلحت کے تحت اور اپنی مصروفیت کے باعث اس کام کو کسی وقت پر ملتوی کر دیا۔ یہ اولیاء اللہ فارغ ہوتے ہی اس غار کی طرف چلے گئے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں القا کیا تھا۔ ان کا ایک وفادار کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ یہ غار میں داخل ہو گئے اور اطمینان کا سانس لینے کے ساتھ ہی دعا مانگی:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۝﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے معاملے میں صحیح رہنمائی فرما۔" [3]

گھبراہٹ اور تھکاوٹ کی وجہ سے لیٹ گئے اور سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کیفیت یوں بیان فرمائی:

﴿فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۝﴾

---

[1] الکہف: 18/13-15 [2] الکہف: 18/16 [3] الکہف: 18/10



’’پس ہم نے کئی برسوں تک غار میں ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا‘‘ [1]

﴿ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا
غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ
اللَّهِ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○
وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ
وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا
وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ○ ﴾

’’اور تو دیکھے گا کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو بچ کر ان کی غار کے داہنے طرف سے نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف سے بچ کر نکل جاتا ہے۔ وہ اس غار کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ ہدایت یافتہ وہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ ہدایت دے اور جس کو وہ گمراہ کردے اس کو کوئی دوست اور رہنما نہیں مل سکتا۔ اور تم سمجھو گے کہ وہ جاگ رہے ہیں مگر وہ محو خواب ہیں۔ ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کے کتے نے غار کے چوکھٹ پر بازو پھیلا رکھے ہیں۔ اگر تم ان کو کبھی جھانک کر دیکھو تو تم ان سے پشت پھیر کر بھاگ جاؤ اور ان کا خوف تم پر چھا جائے۔‘‘ [2]

یوں وہ اطمینان سے سوتے رہے یہاں تک کہ

﴿ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ○ ﴾

’’وہ اپنے غار میں تین سو برس اور نو سال زیادہ رہے۔‘‘ [3]

پھر فرمایا:

﴿ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا
لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم
بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ
مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ○ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

[1] الکہف :18/11 [2] الکہف :18/ 17، 18 [3] الکہف :18/25

يَرْجُمُوكُمْ اَوْ يُعِيْدُوكُمْ فِىْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝﴾

''اسی طرح ہم نے ان کو بیدار کر دیا تا کہ وہ آپس میں سوال کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا: تم کتنی دیر سوئے رہے؟ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرے، پھر کہا: تمھارا پروردگار جانے کہ تم کتنا عرصہ سوئے رہے، پس تم اپنے میں سے ایک آدمی کو یہ رقم دے کر شہر بھیجو، پھر وہ دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے تو وہ اس میں سے تمھارے لیے لے آئے، اور چاہیے کہ وہ نرم گفتگو کرے اور تمھارے متعلق بالکل کسی کو نہ بتائے۔ وہ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر تم پر غالب آ گئے تو تم کو پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے یا تم کو دوبارہ اپنے مذہب میں لے جائیں گے تب تم کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔'' [1]



غور فرمائیں کہ تین سو نو برس سے زیادہ محو خواب رہے، زمین کے اوپر سانس بھی لیتے رہے، پہلو بھی بدلتے رہے، مگر دنیا و مافیہا سے بے تعلقی کا یہ عالم کہ ان کو احساس ہی نہیں کہ کتنی بہاریں ان پر سے گزر کر خزاں ہو گئیں اور کتنے تاجدار پیوند خاک ہو چکے۔ وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں مگر ان کو معلوم ہی نہیں کہ جن سے بھاگے تھے وہ دنیا سے مدت ہوئی کوچ کر چکے ہیں اور باقی جو ہیں وہ ان کے قدر شناس اور ہمدرد ہیں۔ یہ حال ہے زمین کے اوپر محو خواب اولیائے کرام کا۔ پھر کوئی کس طرح کہہ سکتا ہے کہ زمین کے اندر قبر میں کئی من مٹی، اینٹوں اور سیمنٹ کے نیچے پڑا ہوا اللہ کا دوست، جو اللہ کا مہمان خصوصی ہے آپ کے حالات اور آپ کی آہ و فغان سے واقف اور خبردار ہے۔ اللہ ہمیں قرآن مجید کے نظریۂ توحید سے آشنا فرمائے۔ آمین۔

قصۂ عزیر علیہ السلام

دھوکے میں ڈالنے والا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے کہ یہ تو نیند ہے مگر موت کے بعد بندہ اللہ سے جا ملتا ہے، وہ ہمارے حالات سے آگاہ ہوتا ہے اور ہماری سفارش کرتا ہے۔ وغیرہ۔

لیجیے! ایک نبی حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ سنیے جو ایک گدھے پر سوار ایک سفر پر رواں دواں تھے کہ موت نے آ لیا۔ ایک سو برس موت کی حالت میں پڑے رہے اور پھر زندہ کیے گئے، مگر زمانے کے تغیرات سے وہ بے خبر ہی تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] الکہف : 18/19، 20



﴿ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ
هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ
لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ
فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ
اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ﴾

''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک ویران گاؤں سے ہوا۔ اس نے کہا کہ اللہ کس طرح اس کو موت کے بعد زندہ فرمائے گا تو اللہ نے اس کو بھی موت کی نیند سلا دیا اور سو برس مرا پڑا رہا۔ پھر اس کو زندہ کیا۔ اس سے پوچھا کہ تم اس حال میں کتنی مدت رہے؟ عرض کیا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ ارشاد ہوا کہ تم تو سو برس اس حال میں رہے۔ پس اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو وہ باسی نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بناتے ہیں اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم کس طرح ان کو جوڑ کر گوشت پوست پہناتے ہیں۔''[1]

ان واقعات پر اگر آپ بھی غور فرمائیں تو سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ موت وارد ہونے کے بعد کسی نبی یا بزرگ کا اس مادی دنیا کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ وہ ہماری آہ وفغاں نہیں سن سکتے چہ جائیکہ وہ ہماری فریاد رسی فرمائیں۔

برا نہ مانیں بلکہ سوچیں اور قرآن پڑھیں۔ اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔ غصے میں آنا آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ لیجیے اور پڑھیے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ
كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

''اس شخص سے بڑھ کر گم کردۂ راہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو روز قیامت تک اس کی پکار قبول نہیں کر سکتے اور وہ اس کی چیخ وپکار سے بھی بے خبر

---

[1] البقرۃ: 259/2



ہیں۔ پھر جس روز لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ اس پکارنے والے کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''[1]

غور فرمائیں! صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس سے مراد محض بت نہیں بلکہ وہ ہستیاں مراد ہیں جن سے کوئی بت یا قبر منسوب ہوتی ہے اور جن کو لوگ عقیدت سے پکارتے ہیں۔ اگر یقین نہیں آیا تو قرآن پاک کا یہ مقام پڑھیں، ارشاد ہوا ہے:

﴿ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ۝ ﴾

''کیا یہ لوگ ان کو اللہ کا شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ ان کی مدد کی بھی قوت نہیں رکھتے اور اپنے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔''[2]

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ﴾

''بے شک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھاری طرح کے بندے ہی ہیں پس تم ان کو پکار دیکھو اگر تم سچے ہو، تو وہ تمھاری پکار کو قبول کریں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکیں؟''[3]

سوچیے! کہ اس شخص سے بڑھ کر کون قابل رحم ہو سکتا ہے جو اللہ قادر مطلق کو چھوڑ کر ان بزرگوں کو پکارتا ہے جو ہماری طرح کے بندے تو ہیں مگر ان کے اعضا کام نہیں کرتے۔ یہ بت نہیں بلکہ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ تمھاری طرح کے بندے ہیں...... پھر فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ

---

[1] الأحقاف 46/5، 6 [2] الأعراف 7/191، 192 [3] الاعراف 7/194، 195



يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ ۙ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝﴾

''اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بھی یہ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے؟''[1]

بتوں کو اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا،لہٰذا یہ بزرگ ہی ہیں۔ان کو معلوم تک نہیں ہے کہ ان کو پکارا جا رہا ہے۔قیامت کے دن وہ صرف انکار نہیں کریں گے بلکہ جھگڑیں گے:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ۝﴾

''اور اس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔ پھر شریک بنانے والوں کو کہیں گے کہ تم اور تمھارے شریک اپنی جگہ کھڑے رہو۔ پھر ہم ان کو الگ الگ کر دیں گے جن کو وہ اللہ کا شریک بناتے رہے ہوں گے۔ وہ کہیں گے کہ تم ہماری عبادت ہرگز نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ ہی بطور گواہ کافی ہے کہ بلا شبہ ہم تو تمھاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔''[2]

اللہ کرے کہ اب آپ سمجھ گئے ہوں کہ یہ جھگڑنے والے بت نہیں، بلکہ بزرگ ہیں کیونکہ اللہ نے ان سے بھی جواب طلبی فرمائی ہے اور وہ اپنا دامن صاف کرنے کے لیے جھگڑ رہے ہیں:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنبَغِي لَنَا أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا﴾

''جس دن اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والوں اور ان کے معبودوں کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا تو ان سے کہے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا

---

[1] النحل: 21،20/16 [2] یونس: 29،28/1

یہ خود ہی گم کردہ راہ ہو گئے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ تیری ذات تو پاک ہے۔ ہم کو تو خود یہ بات زیب نہیں دیتی تھی کہ تیرے سوا کسی کو کارساز بنالیں مگر تو خود ہی ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو فائدے دیتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ تیرا ذکر بھلا کر ایک ہلاک ہونے والی قوم ہو گئے۔ (پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو کہے گا: اے مشرکو!) جو دعویٰ تم آج کر رہے ہو اس میں وہ تم کو جھوٹا قرار دیں گے، پھر تم اللہ کے عذاب کا رخ بھی نہ پھیر سکو گے اور تمھارا کوئی حامی و ناصر بھی نہ ہو گا۔'' [1]

میرے بھائیو! کیا اب بھی آپ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بت ہی ہیں بزرگ نہیں ہیں۔ لیجیے ایک بزرگ کا نام ہی لے کر آپ کی غلط فہمی رفع کر دیتا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ ﴾

''جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ کارساز بنالینا؟ وہ جواب دیں گے: تیری ذات تو پاک ہے، مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں وہ بات کہوں جو کہنے کا مجھے حق نہ پہنچتا ہو۔ اگر میں نے کہا بھی ہوتا تو تجھ کو علم ہوتا کیونکہ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جان سکتا۔ بے شک تو غیب کو جاننے والا ہے۔ میں نے اس کے سوا انھیں کچھ نہیں کہا تھا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم فرمایا تھا اور وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے۔ جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کو دیکھتا رہا لیکن جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا تو ان کا نگہبان تو ہی تھا۔ بے شک ہر چیز کو دیکھنے والا تو ہی ہے۔'' [2]

---

[1] الفرقان :25/ 17-19 [2] المائدة :5/116، 117



جواب بھی نہ سمجھے اس کا کیا علاج؟ میں نے کہا تھا کہ بت پرست دنیا میں کوئی نہیں۔ بت کی پوجا سے مراد دراصل بزرگ کی پوجا ہے۔ موت کے بعد کوئی بزرگ ہمارے حالات سے آگاہ نہیں۔ یہ بزرگ ہماری عبادت کا انکار کر کے اپنا دامن صاف کرنے کے لیے جھگڑیں گے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ مسلمان بھائیو! سوچو! ہم کیا کر رہے ہیں۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں　　شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

مشرک کی مثال

مندرجہ بالا آیات پر غور فرمائیں تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ شرک کیا ہے اور توحید کیا ہے؟ مشرک کا عقیدہ کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ من گھڑت اور بے بنیاد ہوتا ہے۔ مگر مشرک ایسی خود ساختہ باتوں کو اپنی معراج خیال کرتا ہے اور ایسی ہی مشرکانہ باتوں میں زندگی بسر کر دیتا ہے اور اسے آخر تک ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ مشرک کی مثال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

"جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ حمایتی پکڑے ہیں ان کی مثال تو مکڑے کی سی ہے جو گھر

بنا لیتا ہے اور کمزور ترین گھر مکڑے کا ہوتا ہے، کاش کہ یہ جان لیں۔“ [1]

غور فرمائیں! جس طرح مکڑا اپنے ہی اندر سے لیس دار لعاب نکال کر جالا بناتا ہے اسی طرح مشرک بھی اپنے اندر ہی سے خیالات کا تانا بانا بنا کر ایک عقیدہ گھڑ لیتا ہے۔ جس طرح مکڑا اس کمزور ترین گھر میں بیٹھ کر سمجھتا ہے کہ وہ ایک مضبوط ترین قلعے میں رہ رہا ہے اسی طرح ایک مشرک بھی اپنے من گھڑت خداؤں کے تانے بانے میں بیٹھ کر سمجھتا ہے کہ مضبوط قلعے کی دیواروں کی طرح وہ اس کے پشت پناہ ہیں۔ جس طرح ایک مکڑے کا جالا ایک معمولی سے جھٹکے سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اسی طرح اہل توحید کا ایک ہی جھٹکا آنے سے مشرک کے من گھڑت عقائد کا یہ قلعہ زمین بوس ہو جاتا ہے۔ سوچیے: شرک کیا ہے اور اس کا انجام کس قدر مایوس کن ہے؟ مشرک کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ کریم نے عوام الناس کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ط اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ط وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ط ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ○ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○﴾

”اے لوگو! تمھارے لیے ایک مثال پیش کی جاتی ہے اسے غور سے سنو! اللہ کے علاوہ جن کو بھی تم پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر چہ وہ سارے بھی اس کام کے لیے جمع ہو جائیں (بلکہ وہ تو اس قدر بے بس ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ مانگنے والا کمزور اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور و بے بس ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان مشرکین نے اللہ کی قدر ہی نہیں جانی۔ یقیناً اللہ بڑا صاحبِ قدرت اور ہر چیز پر غالب ہے۔“ [2]

ان لوگوں کو بہت سوچنا چاہیے اور فوراً توبہ کرنی چاہیے جو ”یا علی مدد، یا علی مشکل کشا، یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ“ وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں۔ مشرک تو نہایت ہی قابلِ رحم مخلوق ہے کہ در در کی خاک چھانتے چھانتے اس کی زندگی گزر جاتی ہے مگر ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ



---

[1] العنکبوت :41/29 [2] الحج :74،73/22



قرآن مجید میں اس کی مثال یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ ﴾

''اسی (اللہ) کو پکارنا ہی حق ہے۔ مشرک جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی کوئی دعا قبول نہیں کر سکتے۔ (ان کی مثال اس پیاسے کی سی ہے) جو اپنے ہاتھ پانی کی طرف پھیلا رکھے تاکہ وہ اس کے منہ تک آ پہنچے مگر وہ کبھی اس کے منہ تک نہیں پہنچے گا، اسی طرح کافروں کی دعا بے کار چلی جاتی ہے۔'' [1]

یہی نکتہ یوسف علیہ السلام نے اپنے قیدی ساتھیوں کو سمجھانے کے لیے فرمایا:

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

''اے میرے قیدی ساتھیو! کیا کئی رب بہتر ہیں یا ایک اکیلا اور زبردست اللہ بہتر ہے۔ تم اس کے سوا کچھ نہیں پوجتے کہ تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے کچھ نام رکھ لیے ہیں جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے فرمادیا ہے کہ میرے سوا کسی کی پوجا نہ کرو۔ یہی پختہ دین ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' [2]

---

[1] الرعد 14/13: [2] یوسف 12: 39، 40



وسیلے کی حقیقت اور اس کا طریقہ

یہ ایک ایسا ''سائن بورڈ'' ہے جس کے نیچے بہت سے لوگوں نے شرک و بدعت کی ''دکانیں'' سجا رکھی ہیں۔ لٹیرے ہمارے خون پسینے کی کمائی چاٹ جاتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم پر احسانِ عظیم کر رہے ہیں۔ اسی آڑ میں کتنے لوگوں کی عزتیں پامال ہو گئیں اور کتنے لوگوں کے ایمان لٹ گئے اور یہ سلسلہ بڑے عیارانہ طریقے سے جاری ہے۔ آیئے دیکھیں! یہ وسیلہ کیا ہے؟ سب سے پہلے یہ آیت پڑھیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝﴾

''اے لوگو! تم سب ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی و حمید ہے۔''[1]

تمام لوگ محتاج ہیں، صرف وہی بے نیاز اور بے پرواذات ہے۔ وہ اس بات کا بھی محتاج نہیں کہ اس کی کوئی تعریف کرے۔ اس کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے وہ ہمہ صفت موصوف ہے۔

آیئے! ہم کچھ محتاج لوگوں کے حالات پڑھیں اور دیکھیں کہ انھوں نے ضرورت کے وقت کس طرح اللہ تک رسائی حاصل کی تاکہ ہم بھی وہی وسیلہ اختیار کریں۔ نوح علیہ السلام کا قصہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، پھر غور سے پڑھ لیں کہ انھوں نے اللہ سے مدد کس طرح طلب کی تھی۔ اس حوالے سے دیگر انبیاء کا عمل درج ذیل ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام

اگر غلطی ہو جائے تو ابلیس کی طرح دلیر نہیں ہو جانا چاہیے، بلکہ آدم علیہ السلام کی طرح فوراً معافی مانگ لینی چاہیے۔ توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ دیکھیے آدم علیہ السلام کا

---

[1] فاطر 35:15



وسیلہ:

اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور بڑے فخر سے اپنی خلافت عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔ فرشتوں سے سجدہ کروایا اور سجدہ نہ کرنے والے کو راندۂ درگاہ قرار دیا۔ آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا حکم دیا اور ایک درخت کے پھل کے سوا باقی پھل کھانے کی اجازت دی۔ مگر شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اس نے انسان کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ اس نے آدم علیہ السلام کو وہی پھل کھانے پر آمادہ کر لیا جس سے منع کیا گیا تھا۔ اس پر آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا گیا۔ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس ناراضی کو برداشت نہ کر سکے اور تڑپ گئے۔ معافی مانگنی چاہی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾

''آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے پس وہ اس پر متوجہ ہوا۔'' [1]

یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور یہ اس نے آدم علیہ السلام کو خود سکھایا تھا۔

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

''(آدم وحوا) دونوں نے عرض کی، اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں اگر تو نے ہم کو معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم زیاں کاروں میں سے ہو جائیں گے۔'' [2]

میرا مشورہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے مندرجہ بالا حوالہ جات کا پورا متن پڑھیں۔ یعنی آیات بمعہ ترجمہ پڑھیں۔

حضرت یونس علیہ السلام

یونس علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ جن بستیوں کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا انھوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ یہ کشمکش ایک عرصہ جاری رہی۔ آخر کار یونس علیہ السلام نے بے بس ہو کر اللہ کے سامنے شکایت کر دی۔ قوم کو آخری نوٹس دینے کا حکم ہوا کہ اگر یہ باز نہ آئے تو

---

[1] البقرة 2:37 [2] الأعراف 7:23

تین دن کے بعد گرفتار عذاب ہو جائیں گے۔ یہ اعلان کر کے آپ بستی سے نکل گئے۔ لوگوں نے عذاب کے آثار دیکھے تو بستی سے نکل کر رونے اور معافی مانگنے لگے۔ استغفار تقدیر کا رخ بدل دیتا ہے۔ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور عذاب ٹل گیا۔ لوگ یونس علیہ السلام کی تلاش میں دوڑے۔ دوسری طرف یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی دوسری جگہ چلے جانے کے لیے روانہ ہو گئے۔ راہ میں دریا پڑتا تھا۔ اسے عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی طوفان کی لپیٹ میں آ گئی۔ فیصلہ ہوا کہ کوئی غلام مالک سے بھاگا ہوا ہے جو اس کشتی میں سوار ہے۔ قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ بار بار یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ لوگوں نے یونس علیہ السلام کو پانی میں پھینک دیا۔ یہ قصہ قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

﴿ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ ﴾

”بے شک یونس پیغمبروں میں سے تھا۔ جب وہ لدی ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا تو انھوں نے قرعہ ڈالا اور اسے دریا میں دھکیل دیا۔ پھر اس کو مچھلی نگل گئی اور وہ پشیمان ہو گیا۔“[1]

﴿ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

”پس اس نے اندھیروں میں پڑے ہوئے پکارا کہ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔“[2]

﴿ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾

”اگر وہ اس طرح تسبیح نہ کرتا تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رکھا جاتا۔“[3]

غور فرمائیں: اللہ کا نبی قوم کو پکڑوانا چاہتا تھا مگر اللہ قوم کو معاف کرنا چاہتا تھا۔ حشر کیا ہوا اور کون غالب آیا؟ کون کہتا ہے: ”یار کو یار کی ماننی پڑتی ہے۔“ معافی مانگنے کا یہ طریقہ ہے



[1] الصافات 37/139-142 [2] الأنبياء 21/87 [3] الصافات 37/143، 144



کہ جب کوئی گرفتارِ مصیبت ہو جائے اور جب غلطی ہو جائے تو دل سے توبہ و استغفار کی جائے، معافی مل جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

یہ اللہ کے جلیل القدر نبی تھے۔ اللہ کی راہ میں آزمائش پہ آزمائش برداشت کی۔ بڑھاپا آ گیا۔ بیٹے کی ضرورت محسوس کی تو دعا کی:

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾

''اے میرے پروردگار! مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما۔''[1]

حضرت زکریا علیہ السلام

یہ اللہ کے نبی تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے خالو تھے۔ مریم علیہا السلام کی کفالت و پرورش اللہ کے حکم سے ان کے سپرد ہوئی تھی۔ ان کی اپنی اولاد نہ تھی۔ بڑھاپا غالب آ گیا۔ بیوی بانجھ پن کے علاوہ ضعیفہ بھی ہو چکی تھیں۔ وہ مریم علیہا السلام کو اکثر مصروفِ عبادت چھوڑ کر حجرہ میں بند کر کے چلے جاتے۔ جب لوٹتے تو مریم علیہا السلام کے پاس تازہ کھانے اور میوے دیکھتے۔ پوچھا کہ یہ تمھارے لیے کہاں سے آتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور وہ جس کو چاہتا ہے بے حد و حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ زکریا علیہ السلام کا ذہن فوراً اس طرف گیا کہ میں بھی اللہ سے بیٹا مانگ لوں، چنانچہ دعا کرنے لگے:

﴿رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝﴾

''اے میرے پروردگار! بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور اور سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اور میں تجھ سے مانگ کر کبھی بے نصیب نہیں رہا۔ اور مجھے اپنے بعد بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے میری بیوی بانجھ ہے مگر تو مجھ کو اپنے خاص فضل سے بیٹا عطا فرما دے۔''[2]

---

[1] الصافات 37: 100/

[2] مریم 19: 4، 5

غور فرماتے جائیں کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دعا ہی وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اولاد عطا فرماتا ہے ورنہ ان کے بھی تو بزرگ تھے۔ دعائیں وہی سنتا ہے۔ آپ بھی اسی سے مانگیں وہ آپ کی بھی سنے گا۔ اولاد اس کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ خود ہی ارشاد فرمایا:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ﴾

”آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہے بیٹیاں اور جس کو چاہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے۔“ [1]

اگر آپ کو بھی اولاد چاہیے تو اس طرح مانگیں، در در کی خاک نہ چاٹیں۔ زکریا علیہ السلام کی یہ دعا میں نے اپنے اوپر آزمائی ہے۔ نہایت مجرب ہے:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝ ﴾

”اے میرے رب! مجھے اپنی قدرت سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا سننے والا ہے۔“ [2]

حضرت ایوب علیہ السلام

اب ایک مریض کا قصہ سنیے! حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ آزمائش آگئی اور آپ بیمار پڑ گئے حتیٰ کہ مرض انتہا کو پہنچ گیا۔ اولاد لقمۂ اجل ہو گئی۔ دولتِ دنیا ختم ہو گئی۔ نوکر چاکر ساتھ چھوڑ گئے۔ ایک کے سوا تمام بیویاں بے وفائی کر گئیں۔ صحت کے لیے وسیلہ درکار تھا مگر بظاہر وسیلہ ناپید تھا۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا:

﴿ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ﴾

”بے شک مجھے بہت تکلیف ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔“ [3]

---

[1] الشوریٰ: 42/49، 50 [2] آل عمران: 3/38 [3] الأنبیاء: 21/83

میری تو دعا ہے: ”اے ہمارے رب! ساری دنیا کے مریضوں کو شفا دے دے۔“ لیکن اگر آپ بیمار ہیں تو در در کی خاک چاٹنے کی بجائے اللہ مالک الملک سے مخاطب ہو جائیں اور اسی طرح مخاطب ہوں جس طرح یہ مریض مخاطب ہوا۔ اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ یہ دعا ہی وسیلہ ہے۔ آپ کی نیت اور آپ کا خلوص و یقین ہی بہترین وسیلہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

آیئے! اب ایک مسافر کا وسیلہ دیکھیں کہ وہ کس طرح سہارا طلب کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ فرعون کی پابندیوں کے باوجود خالق کل نے ان کو پیدا کیا، بلکہ فرعون ہی کی گود میں ان کی پرورش کا انتظام کر دیا۔ ایک روز دو لڑنے والوں میں سے ایک نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی۔ باز نہ آنے والے کو جو مکا مارا تو وہ وہیں مر گیا۔ جس آدمی کو چھڑایا تھا دوسرے دن آپ کا جو گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ کسی دوسرے سے لڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ تو روز ہی لڑتا ہے۔ وہ سمجھا کہ کل کی طرح اب یہ مجھے ماردیں گے۔ بول اٹھا کہ تو مجھے بھی قتل کرنے لگا ہے جس طرح کل تو نے قتل کیا تھا۔ اس طرح قتل کا راز فاش ہو گیا۔ بات فرعون کے دربار میں پہنچی، موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم جاری ہو گیا۔ درباریوں میں ایک موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ تھا وہ بھاگا اور صورت حال سے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ مصر کے باہر کہیں بھاگ جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام بھاگ گئے۔ خوف بھی تھا اور راستہ بھی نامعلوم تھا۔ دور دراز کا سفر طے کر کے بے سہارا بھوکے پیاسے ایک شہر کے پاس کنویں کے قریب درخت کی چھاؤں میں جا بیٹھے۔ لوگ پانی بھر رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دو نوجوان لڑکیوں کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو روک روک کر رکھ رہی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو ترس آیا قریب جا کر وجہ پوچھی تو انھوں نے اپنی مجبوری بتائی۔ آپ نے نیک سیرت جواں مردوں کا سا کام کیا۔ لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور ان لڑکیوں کو آگے بلا کر ان کو فوراً فارغ کر دیا۔ ارشاد قرآنی ہے:

﴿فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰىٓ اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝﴾

''پس موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا: اے میرے پروردگار! تو بھلائی میں سے جو کچھ بھی میرے لیے نازل فرما دے میں اسی کا محتاج ہوں۔''[1]

غور فرمائیں! وسیلے کے لیے دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ دعا ہی وسیلہ ہے۔ نہ صرف ٹھکانا ملا بلکہ بیوی بھی مل گئی۔ ایک بزرگ کی شفقت نصیب ہوئی اور سکون ملا۔

حضرت لوط علیہ السلام:



آیئے! ایک ایسے نبی کا قصہ پڑھیں جس کی عزت خطرے میں ہے اور کوئی پرسانِ حال نہیں۔ یہ اللہ کے بندے اور ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی ہجرت کی تھی۔ آپ سدوم کی بستیوں کی اصلاح کے لیے مقرر ہوئے جن میں بے حیائی کی انتہا ہو چکی تھی۔ مرد مردوں سے فعلِ بد کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام عرصہ دراز تک قوم کی نافرمانیاں برداشت کرتے رہے، آخر کار اللہ کی طرف سے گرفت آئی۔ ہوا یوں کہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل اختیار کر کے قوم میں آ گئے۔ لوط علیہ السلام ان کو دیکھ کر سخت گھبرائے۔ گھر میں مہمانوں کو جگہ دی تو قوم چڑھ آئی۔ شدت سے مطالبہ ہونے لگا کہ مہمان ان کے حوالے کر دیے جائیں۔ لوط علیہ السلام منت سماجت کرتے رہے کہ مجھے مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔ مگر ان کا مطالبہ شدت پکڑتا گیا۔ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں یا ان کی بیویوں کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے شرعی طریقے کے مطابق خواہش پوری کر لو مگر بے سود۔ مایوس ہو کر لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم میں کوئی بھی سنجیدہ اور سمجھ دار نہیں جو میری بات پر غور کرے۔ آپ آہ بھر کر بولے۔ کاش! میرے لیے کوئی مضبوط قلعہ ہوتا جہاں میں پناہ لے لیتا۔ رات ہو گئی۔ یہ لوگ صحن کی دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہو گئے اور دروازے توڑنے لگے تو لوط علیہ السلام نے اللہ سے مدد چاہی۔ اب قرآن سنو!

﴿رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۝﴾

''اے میرے پروردگار! اس قومِ مفسدین کے خلاف میری نصرت فرما۔''[2]

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ﴾

---

[1] القصص: 24/28 [2] العنکبوت: 30/29



’’انھوں نے اسے اپنے مہمانوں کی حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش کی تو ہم نے ان کی آنکھیں ہی اندھی کر دیں۔‘‘ [1]

غور فرمائیں! کس قدر بے بسی تھی مگر قوم کا کچھ بگاڑ نہیں سکے۔ آخر فریاد اللہ کے پاس کر دی، پھر وسیلہ کیا ہوا...... دعا...... دعا وسیلہ ہے، زبردست وسیلہ...... بات بہت لمبی ہو رہی ہے فی الحال میں دوسری مثالیں رہنے دیتا ہوں۔ اب رسولِ بحر و بر ﷺ کا ذکر کرتا ہوں۔

سردارِ دو جہاں ﷺ

حالات یہ ہیں کہ قریش نے مکہ سے نبی کریم ﷺ کو نکال دیا۔ مدینہ پر حملہ آور ہوئے کہ پیر و مرشد کو مریدوں سمیت ختم کر دیں گے۔ بدر کے میدان میں مقابلہ ہو گیا۔ توازن دیکھیے کہ ایک طرف مسلح ایک ہزار جنگ آزمودہ مگر دوسری طرف ـ

تھے ان کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں، آٹھ شمشیریں\
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

یہ تہی دست تین سو تیرہ مسلمان ہر دیکھنے والی آنکھ کو حیرت میں ڈالے ہوئے تھے۔ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ سردارِ دو جہاں ﷺ خیمے میں رات بھر رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگتے رہے اور آنسو بہاتے رہے۔ دعا کے الفاظ یہ تھے:

«اَللّٰهُمَّ! أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ! آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ! إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ»

’’اے میرے اللہ! وہ وعدہ پورا فرما جو تو نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اے میرے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو تیری عبادت کوئی نہیں کرے گا۔‘‘ [2]

الٰہی! اب تو وہ عہدِ شبِ معراج پورا کر — محمد سے جو وعدہ تھا وہ وعدہ آج پورا کر\
اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا — نہ ہو گا اس جہاں میں کوئی تیرا چاہنے والا

---

[1] القمر 37/54

[2] صحیح مسلم، الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم، حديث: 1763

اب آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ مشکل کشا کون ہے؟ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے کیا وسیلہ ہونا چاہیے؟

خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا

اب ایک عورت کی بات سنیں۔ یہ خاتون مدینے کے قبیلہ بنی خزرج سے تعلق رکھتی تھی۔ خاوند نے غصے میں آ کر ماں کہہ دیا۔ مروجہ دستور کے مطابق یہ ایسی طلاق تھی کہ واپسی ناممکن تھی۔ یہ خاتون نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے عام رواج کے مطابق فرما دیا کہ اس کو طلاق ہے۔ کائنات میں سب سے افضل انسان سے مایوس ہو کر وہ خاتون وہیں بیٹھی اللہ کے سامنے فریادیں کرتی گئی اور اس وقت تک اٹھنے کا نام نہیں لیا جب تک کہ مروجہ دستور منسوخ نہیں ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ پر حالتِ وحی طاری ہو گئی اور یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ
يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ
نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ
مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝﴾

”بے شک اللہ نے سن لی ہے اس عورت کی بات جو تیرے ساتھ اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی، اللہ کے سامنے فریاد کرتی جا رہی تھی۔ اللہ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کرتے ہیں ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہو سکتیں۔ ان کی مائیں وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا۔ وہ زبان سے سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔“ [1]

سوچیے! کہ کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ وہ ان کی نہیں سنتا یہ ایک ایسا جرم ہے جو اللہ کو غضب ناک کرتا ہے۔ اللہ سنتا ہے، مگر کوئی پکارنے والا تو ہو

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں   راہ دکھلائیں کسے؟ رہرو منزل ہی نہیں



---

[1] المحادلة :58/1، 2

تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں   جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں!

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں   امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں   تھا براہیم پدر، اور پسر آزر ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خم بھی نئے

حرمِ کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

اللہ تعالیٰ کا دروازہ مت چھوڑیے۔ ایسے فقیر بن کر اس کی چوکھٹ اس طرح تھام لیجیے کہ آپ کو اس کا بندہ ہونے کا یقین ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ»

''اس یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگو کہ وہ ضرور قبول ہوگی۔ جان رکھو کہ اللہ غافل دل، کھیلنے والے کی دعا قبول نہیں کرتا۔'' [1]

گویا دعا اس طرح نہ مانگو کہ عہدِ وفا کسی مزار سے بھی باندھ رکھا ہو اور دعا رسمی طور پر اللہ تعالیٰ سے بھی مانگ رہے ہو۔ یقین جانو اللہ تعالیٰ کو تو اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی محبت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ، أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا»

''بے شک تمھارا رب حیادار کریم ہے۔ وہ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ ہاتھ بلند کرے تو وہ اس کے ہاتھوں کو اس کی طرف خالی لوٹا دے۔'' [2]

اس طرح پکارنا سیکھو جس طرح حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً وحی نازل فرما دی۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ۔ اتنا باریک بین اور اس قدر قریب ترین کہ اس نے فوراً قانون ہی منسوخ کر دیا۔ آئندہ ایسا کرنے والوں کے لیے سزا مقرر کر دی۔ سورہ مجادلہ پڑھیے:

---

1 جامع الترمذي، الدعوات، باب 65، حديث: 3479

2 سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1488

مگر ایک دلچسپ بات آپ کو بتادوں کہ یہ خاتون اس واقعے کے بعد صحابہ میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی کہ اس نے ایسی فریاد کی کہ عرش والا فوراً اس پر مہربان ہوگیا۔

ایک دن حضرت عمر ؓ کچھ صحابہ کے ساتھ جارہے تھے کہ راستے میں یہ خاتون ملی۔ اس نے حضرت عمر ؓ کو روک لیا۔ آپ بہت دیر تک سر جھکا کر اس کی باتیں سنتے رہے۔ ایک صاحب نے کہا: امیر المومنین! آپ نے قریش کے سرداروں کو اس بڑھیا کی خاطر اتنی دیر روکے رکھا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ”جانتے ہو یہ کون تھی۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ؓ تھی۔ یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی تھی۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ رات تک بھی کھڑا رکھتی تو میں کھڑا رہتا۔ بس نماز کے اوقات میں معذرت کرتا۔“

ایک بار یہ خاتون حضرت عمر ؓ کو راستے میں ملیں۔ عمر ؓ نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر کہنے لگیں: ”اے عمر! ایک وقت تھا۔ جب میں نے تم کو بازار عکاظ میں دیکھا تھا۔ تم اس وقت عمیر کہلاتے تھے۔ لاٹھی ہاتھ میں لیے بکریاں چراتے پھرتے تھے۔ پھر کچھ دیر نہ گزری تھی کہ تم عمر کہلانے لگے۔ پھر ایک وقت آیا کہ تم امیر المومنین کہے جانے لگے۔ ذرا رعیت کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ یاد رکھو جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے اس کے لیے دور کا آدمی بھی قریبی رشتے دار کی طرح ہوتا ہے۔ جو موت سے ڈرتا ہے اس کے حق میں اندیشہ ہے کہ وہ اس چیز کو کھو دے گا جسے بچانا چاہتا ہے۔“ جارود عبدی ؓ جو حضرت عمر ؓ کے ساتھ تھے۔ بولے: اے عورت! تو نے امیر المومنین کے ساتھ زبان درازی کی ہے۔ حضرت عمر ؓ کہنے لگے: ”جانتے ہو۔ یہ کون ہے۔ ان کی بات تو سات آسمانوں کے اوپر سنی گئی تھی اس لیے عمر کو اس کی بات بہت ہی دھیان سے سننی چاہیے۔“

غور فرمائیے! اس عورت کو اللہ کے رسول ﷺ جواب دے چکے ہیں کہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر اللہ نے فرمایا: ﴿وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ گویا اس کی شکایت ہی وسیلہ بن گئی“۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔“



سب سے بڑا وسیلہ

عملِ صالح اور دعا سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں:

فرمان الٰہی ہے:



﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝﴾

''اور تمھارا پروردگار فرماتا ہے کہ تم دعا مجھ سے مانگو۔ میں تمھاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''[1]

آیت صاف بتا رہی ہے کہ دعا عبادت ہے جو اللہ ہی کا حق ہے۔ دعا نہ مانگنا تکبر ہے اور نہ مانگنے والے کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اب ایک دلچسپ قصہ بیان کر کے بات ختم کر رہا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی چلے جا رہے تھے کہ یکایک ان پر بارش ہونے لگی۔ وہ ایک غار میں پناہ گزین ہوئے (اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا) غار کا منہ بند ہو گیا۔ پس ایک نے دوسروں سے کہا کہ صاحبو! اللہ کی قسم! سچائی کے سوا تم کو کوئی چیز نجات نہ دے گی، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اس چیز کے وسیلے سے دعا مانگے جس کی نسبت وہ جانتا ہو کہ اس نے یہ عمل خالصتاً اللہ کے لیے کیا تھا۔

پہلے شخص کا وسیلہ

ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جس نے ایک فرق (تقریباً سات سیر) چاول کے بدلے میرا کام کر دیا تھا۔ وہ چلا گیا اور مزدوری چھوڑ گیا۔ میں نے اس فرق کو لے کر زراعت کی۔ اس کی پیداوار سے جانور خرید لیے۔ پھر وہ مزدور میرے پاس مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ ان جانوروں کو ہانک کر لے جا۔ اس نے کہا۔ مذاق نہ کرو۔ میرے تو تمھارے ذمے صرف ایک ''فرق'' چاول تھے۔ میں نے کہا کہ ان کو ہانک کر لے جا کیونکہ یہ جانور اس ایک فرق چاول کی پیداوار ہی میں سے خریدے گئے ہیں۔ پس وہ ان کو ہانک کر لے گیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیرے خوف سے کیا تھا۔ اب تو ہم سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔

[1] المؤمن 60/40:



دوسرے کا وسیلہ

پھر دوسرے نے کہا: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے۔ میں روزانہ رات کو ان کے لیے اپنی بکریوں کا دودھ دوہ کر لے جاتا تھا۔ ایک رات اتفاق سے ان کے پاس اتنی دیر سے پہنچا کہ وہ سو چکے تھے۔ میرے بال بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے۔ میں نے اپنے تڑپتے ہوئے بچوں کو ماں باپ سے پہلے اس لیے دودھ نہ پلایا تھا کہ وہ سو رہے تھے اور ان کو جگانا مناسب سمجھا نہ ان کو چھوڑنا گوارا ہوا کہ وہ اس کے نہ پینے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں گے، لہٰذا میں رات بھر برابر انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ سویرا ہو گیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیرے خوف سے کیا تھا تو اب ہم سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا اور اتنا ہٹ گیا کہ انھوں نے آسمان کو دیکھا۔

تیسرے کا وسیلہ

اس کے بعد تیسرے نے کہا: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے چچا کی بیٹی تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس سے (ناجائز کام کی) خواہش کی۔ وہ سو اشرفیاں لینے کے بغیر رضامند نہ ہوئی۔ میں نے مطلوبہ اشرفیاں حاصل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کی۔ جب وہ مجھے مل گئیں تو میں نے وہ اشرفیاں اس کو دے دیں۔ اس نے مجھے اپنے قابو میں دے دیا۔ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر جا اور مہر بکارت کو ناحق (بغیر نکاح کے) نہ توڑ۔ پس میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے ڈر کر یہ کام چھوڑ دیا تھا۔ تو اب ہم سے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ پتھر پوری طرح سے پیچھے ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل گئے۔ [1]

غور فرمائیے! عمل صالح جو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیا جائے۔ وہ عمل اور پر خلوص دعا ہی سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ بندے کا کام ہے، بس مالک کی چوکھٹ نہ چھوڑے اور اسی کی غلامی میں لگا رہے۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا۔

---

[1] صحیح البخاري، الحرث والمضارعة، باب إذا زرع بمال قوم.....، حدیث: 2333، وصحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب قصة أصحاب الغار.....، حدیث: 2743



زباں اور دل کی شہادت کے لائق — کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق — اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم — اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم
اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم — اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں — خرد اور ادراک رنجور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں — جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں

نہ پُرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

زندہ بزرگوں سے دعا کروانا

دعا دوسرے سے کروانی بھی اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب آپ خود بھی کریں اور اللہ کا اذن بھی ہو۔ جو بزرگ فوت ہو جائیں ان کے لیے تو ہم زندوں کو دعا کرنی چاہیے۔ خود دعا کرنے اور زندہ بزرگ سے دعا کروانے کا عقیدہ درست ہے یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے:

«اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ»

"اے ہمارے اللہ! ہم پہلے تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے، (یعنی دعائے استسقاء کی اپیل کرتے تھے) تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا۔ اب ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں (یعنی ان سے دعا کرواتے ہیں) پس تو ہم کو پانی پلا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر بارش

برسنے لگتی۔“ [1]

ورنہ نبی اکرم ﷺ کی قبر وہاں موجود تھی۔ ان کی قبر پر ان کے وسیلے سے دعا مانگنے کا عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اگر ہوتا تو قبر پر حاضر ہو جاتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ تکلیف دے کر جنگل میں لے جانے کا کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ فوت شدہ صاحب قبر کے طفیل اور واسطے سے دعا مانگنے کا عقیدہ ہمارے رہبر و رہنما، پیر کامل، امام اعظم ﷺ نے مسلمانوں کو دیا ہی نہیں۔ ورنہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھرانے کی دنیا کو یوں داؤ پر نہ لگاتے، بلکہ مدینہ میں اس قبر سے چمٹے رہتے جس میں ان کے نانا بزرگ، امام الانبیاء، فخر بنی آدم، سردار دو جہان ﷺ آرام فرما ہیں۔

قبر پرستی کی بیماری مسلمانوں میں بھی وبا کی طرح پھیل گئی ہے۔ میں نے ایک شخص کو ایک مزار سے نکلتے ہوئے دیکھا جو بار بار کہتا جا رہا تھا: اچھا پیرا جو تیری مرضی۔ میں نے پوچھا کہ پیر نے کیا کر دیا ہے۔ جواب ملا: مجھے اتنا عرصہ ہو گیا حاضری دیتے ہوئے مگر میری مراد پوری نہیں کرتا۔ میں نے کہا: میاں! اللہ کو پکار، کہنے لگا: یہ بھی اللہ ہی ہیں إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اللہ ان نادانوں کو ہدایت دے۔



عمل صالح کیا ہے؟

عمل صالح وہ مقبول درگاہ ہے جو خاص اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ کے خوف سے نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیا جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”(اے میرے پیغمبر ﷺ) ان کو کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔“ [2]

---

[1] صحیح البخاري، الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، حدیث: 1010

[2] آل عمران: 31/3



گویا پیغمبر ﷺ کی پیروی ایک وسیلہ ہے اسی سے اللہ کا اذن حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی اذن الٰہی ہے۔

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری   مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری   تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(اقبال)

دعا کی اہمیت

دعا ایک مکمل اور پختہ وسیلہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے بہت سے فضائل مذکور ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تقدیر کو دعا کے بغیر کوئی چیز نہیں پھیر سکتی اور عمر کو نیکی کے سوا کوئی چیز زیادہ نہیں کر سکتی۔'' [1]
- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»

''دعا ہی عبادت ہے۔'' [2]

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝﴾

''تمھارا پروردگار فرماتا ہے کہ تم دعا مجھ سے مانگو میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' [3]

---

[1] جامع الترمذي، القدر، باب ماجاء لا يرد القدر إلا الدعاء، حديث: 2139

[2] جامع الترمذي، الدعوات، باب منه الدعاء مخ العبادة، حديث: 3372 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب فضل الدعاء، حديث: 3828

[3] المؤمن: 60/40

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے دعا نہ مانگے، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔'' [1]

- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ ﴾

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟'' [2]

یہ سوال ان لوگوں کی عقل کو دعوت فکر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر ادھر ادھر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

- اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيۡ عَنِّيۡ فَاِنِّيۡ قَرِيۡبٌ ؕ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِيۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِيۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡنَ ○ ﴾

''جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں (تو کہہ دیجیے کہ) میں قریب ہوں۔ جب دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔ پس ان کو بھی چاہیے کہ وہ میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ہی ایمان رکھیں تاکہ بھلائی پائیں۔'' [3]



دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

یہ ایک اہم اور دلچسپ سوال ہے۔ اس کی وجوہات تو کئی ہو سکتی ہیں مگر ایک یہ بھی ہے کہ خلوص دعا میں کمی ہوتی ہے۔ اگر انسان کو بھروسا کسی دوسری قوت پر، اپنی طاقت و ذہانت پر، کوشش پر، سفارش پر، رشوت اور دیگر ذرائع پر ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کم ہو جائے گا اور اللہ سے رسمی دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو ان ذرائع کے حوالے کر دے گا۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ان جائز ذرائع کو بھی انسان چھوڑ ڈالے، بلکہ کوشش لازم جانے۔ مگر اس کی بار آوری اور دارومدار اللہ تعالیٰ پر جانے۔

---

1. جامع الترمذی، الدعوات، باب منه من لم يسأل الله يغضب عليه، حديث: 3373
2. الزمر: 36/39　3. البقرة: 186/2



دوسری وجہ مصلحت ہے: ماں انسان کے لیے سب سے بڑھ کر شفیق ہوتی ہے۔ ماں جب محسوس کرتی ہے کہ اس کا بچہ کسی ایسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے جو اس کے لیے ضرر رساں ہے تو اس کی خواہش کی سختی سے مخالفت کرتی ہے۔ بچہ اگر ضرر رساں چیز کو ہاتھ میں لے بھی لے تو زبردستی چھین لیتی ہے۔ خواہ بچہ چیخ چیخ کر احتجاج کرے، بلکہ اگر کھانے کی مضر چیز کو منہ میں بھی ڈال لے تو اس کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال پھینکتی ہے۔ خواہ بچہ اس کو اپنے اوپر ظلم ہی تصور کیوں نہ کرے۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے پر ماں سے بھی بڑھ کر شفیق ہے۔ جب اس سے بندہ دعا کرتا ہے اور وہ بندے کے لیے مفید نہ ہو تو اس عطا کو روک دیتا ہے، بلکہ جو نعمت بندے کے لیے ضرر رساں ہو وہ دے کر بھی چھین لیتا ہے۔ یہ بھی اس کی شفقت ہی کی علامت ہے۔ جس طرح بچہ کسی حال میں ماں کے دامن کو نہیں چھوڑتا بلکہ اس کی آغوش میں سکون محسوس کرتا ہے اور اس کو اپنے لیے مجسمۂ رحمت جانتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تو ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ جائز چیز کے حصول کی کوشش جاری رکھے اور دعا مانگنے میں کبھی سستی نہ کرے۔ اس کے لیے مفید چیز اللہ تعالیٰ عطا کر دے گا ورنہ نعم البدل عطا کرے گا یا اس کی دعا کو قیامت کے لیے ذخیرہ کر دے گا۔ بہرحال بندے اور اللہ کا تعلق ہمیشہ قائم رہنا چاہیے۔ تمام کوششوں کی بار آوری اس کی رحمت پر ہے۔ جائز کوشش کے باوجود نگاہ اسی کے در رحمت پر جمی رہے اسی میں سکون اور عافیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ ﴾

”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔“[1]

افسوس ان بے شعور انسانوں کی نا سمجھی پر کہ شاہ رگ سے قریب اور دل کے خیالات کو جاننے والے کو بھلا کر ان لوگوں کی طرف مائل ہیں جن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ وہ

[1] قٓ: 16/50



زندگی میں بے بس تھے، وفات کے بعد بے خبر ہیں اور قیامت کے دن انکار کر دیں گے۔ لوگو! اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونا سیکھو۔ وہ صاحبِ اقتدار ہے، مجبور نہیں۔ وہ شاہ رگ سے بھی قریب ہے، دور نہیں۔ اس کا علم مکمل ہے، دوسروں کی طرح نامکمل اور ادھورا نہیں۔ اس کو زوال، کمزوری اور موت نہیں، بلکہ:

﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

''وہ زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ پس اس کو خالص کر کے پکارو اور اسی کی عبادت کرو۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔'' [1]

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

فرمان علی ہجویری

یہ وہ بزرگ ہیں جو غزنی (افغانستان) سے بسلسلہ تبلیغ لاہور تشریف لائے تھے۔ لاہور ہی میں دفن ہوئے۔ ان کے مزار پر اکثر لوگ غیر شرعی اور غیر اخلاقی حرکات کرتے ہیں اور ان سے کئی امیدیں باندھتے ہیں۔ وہ اپنی مشہور کتاب ''کشف الاسرار'' میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''اے علی! لوگ تجھ کو گنج بخش کہتے ہیں۔ مگر تیرے پاس کسی کو دینے کے لیے کوڑی بھی نہیں تو اس پر فخر نہ کر کیونکہ گنج بخش اور رنج بخش صرف اللہ کی ذات ہے۔''

مگر اس قوم کا کیا ہوگا جو اصل داتا اور گنج بخش کو چھوڑ کر ان بزرگوں کو داتا اور گنج بخش کہہ کر ان کی روحوں کو دکھ دیتے ہیں۔ یقیناً قیامت کے روز اللہ ان سے جواب طلبی کرے گا۔ ایک کاروبار کی خاطر یہ تمام سلسلہ چلا دیا گیا۔ علامہ اقبال کھری کھری بات کہنے کے عادی تھے اور کیا کھری بات کہہ گئے ہیں۔

نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو

[1] المؤمن :40/65

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے ؟



دعا کا طریقہ

قرآن کریم میں اللہ کریم نے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں نقل فرمائی ہیں جو انھوں نے مختلف حالات میں مانگی تھیں تاکہ مسلمان ویسے حالات میں اسی طرح دعا مانگیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ کتب احادیث میں بھی بہت سی دعائیں درج ہیں جو رسول اللہ ﷺ مانگتے رہے۔ افضل یہی ہے کہ وہ دعائیں یاد کی جائیں اور اسی لب ولہجہ میں مانگی جائیں جو قرآن وحدیث میں درج ہے لیکن اگر معذوری ہو کہ ان دعاؤں کو یاد نہیں کر سکتے تو دعا مانگنا مت چھوڑیں۔ اللہ ہر زبان سمجھتا ہے۔ دل کی کیفیت جانتا ہے۔ خلوصِ دل سے اپنی ہی زبان میں مانگ لیں۔ کسی دعا میں کسی کا وسیلہ یا واسطہ ڈال کر مانگنا نہیں بتایا گیا اس لیے یہ ممنوع ہے۔ دعا کا مفہوم ومقصد سمجھ کر مانگیں تاکہ زبان کے ساتھ آپ کا دل و دماغ بھی شامل دعا ہو۔

دعا سے پہلے اور بعد میں نبی رحمت ﷺ پر درود پڑھنا نہ بھولیں۔ ورنہ دعا قبول نہ ہوگی اور آخر میں آمین بھی ضرور کہیں۔ دل ہر قسم کے شرک سے پاک اور صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ ورنہ بقول اقبال ؎

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

درود کی اہمیت وفضیلت

درود شریف کی اہمیت یوں سمجھ لیں کہ درود کے بغیر کوئی نماز، نماز نہیں اور کوئی دعا، دعا نہیں۔ البتہ درود مسنون ہونا چاہیے مگر مسلمانوں نے اپنی مرضی سے بہت سے درود بنا لیے ہیں اور ان کے نام خود رکھ لیے ہیں جن کا کوئی ذکر کتب احادیث میں نہیں ہے۔ ایسے درود اگر آپ خلوص نیت سے پڑھتے بھی رہیں گے جس پر میرے اور آپ کے نبی ﷺ کی مہر نہ ہو تو آپ خود فیصلہ کر لیں کہ اس کھوٹے سکے کو مارکیٹ میں کون قبول کرے گا۔ گویا خلاف سنت خلوص بھی بیکار ہے۔

ہمیشہ وہ مستند درود شریف پڑھیں جو کتب احادیث میں درج ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ زیادہ الجھن میں نہ پڑیں اور صرف یہی درود شریف پڑھ لیا کریں۔ کم از کم دل کو یقین تو ہوگا کہ اس پر مہر مدینہ ہے۔ قرآن مجید میں درود شریف کے لیے یوں حکم آیا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔" [1]

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور کہا کہ میں تجھ کو وہ چیز ہدیہ نہ دوں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، ہم کو وہ ہدیہ ضرور دیجیے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! آپ پر اور اہل بیت پر ہم کس طرح درود بھیجیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس طرح کہو:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ»

"اے ہمارے اللہ! محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر رحمت بھیجی، بیشک تو تعریف کیا گیا اور پاک ہے۔ اے ہمارے اللہ! محمد اور آل محمد پر برکتیں بھیج جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر برکتیں بھیجی تھیں، بے شک تو تعریف کیا گیا اور پاک ہے۔" [2]



---

[1] الأحزاب 33:56 [2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3370 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث: 406



درود کا مقام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر جو شخص ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔'' [1]

آپ ہی فیصلہ کریں کہ ہم من گھڑت درود پڑھ کر اپنا وقت اور ثواب کیوں ضائع کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس درود کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی وہ باطل ہے۔ رہا اصل درود شریف تو وہ ہمیشہ پڑھتے رہنا چاہیے۔ جس جملے کے شروع میں اَللّٰھُمَّ یا رَبَّنَا کا لفظ آئے وہ دعا ہوتی ہے، لہٰذا درود شریف بھی دعا ہے۔

دعا کا وقت

اگرچہ دعا ہر وقت مانگتے رہنا چاہیے مگر کچھ مواقع کتب احادیث میں بتائے گئے ہیں جن میں سے صرف ایک کا ذکر میں یہاں کر دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں نماز کے بعد بیٹھا تو اللہ کی تعریف کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا اور اپنے لیے دعا کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مانگنا ہے مانگ، دیا جائے گا۔ مانگ، دیا جائے گا'' [2]

گویا نماز، دعا کے لیے بہترین وقت ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس وقت مومن یک سو ہو کر اللہ تعالیٰ سے براہ راست باتیں کرتا ہے اور اس کے لیے کوئی وسیلہ بھی درکار نہیں ہے۔

واسطہ نہ طفیل

ایسے ہی دعائیں مانگنے والے لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ﴾

---

[1] صحیح مسلم، الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعدالتشہد، حدیث:408

[2] جامع الترمذی، الصلاۃ، باب ماذکر فی الثناء علی اللہ......، حدیث: 593



’’یہی لوگ ہیں۔ جن کے اعمال میں سے اچھے اعمال ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں یہ اصحاب بہشت ہیں۔‘‘ [1]

دعا عبادت ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ دعا نہ مانگنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ دعا اور نبی ﷺ کی فرمانبرداری سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں۔ اس کے علاوہ باقی ہر خود ساختہ فعل مشرکانہ ہے اور شرک ظلم ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾

’’اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بے شک شرک سب ظلموں سے بڑا ظلم ہے۔‘‘ [2]

اسی مقام پر اللہ کریم نے والدین کا حق بیان کرتے ہوئے ماں کا مقام بیان فرمایا ہے لیکن بے حد و حساب، احسان کرنے والی ماں بھی اگر شرک کے لیے کہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے کہ اس کی فرمانبرداری مت کرو۔ البتہ دنیا کے کاموں میں اس کی خدمت ضرور کرتے رہو۔

شرک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے

اللہ کے بعد دونوں جہانوں میں سردار انبیاء، محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخصیت ہمارے نزدیک بڑی نہیں ہے۔ مگر شرک کے معاملے میں آپ ﷺ کے بارے جو فرمان باری تعالیٰ نازل ہوا ہے، اسے دیکھ لیں:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾

’’اور بے شک تیری طرف اور تجھ سے پہلے لوگوں کی طرف ہم نے وحی کی کہ اگر تو نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو تمھارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔‘‘ [3]

---

[1] الأحقاف :16/45 [2] لقمان :13/31 [3] الزمر :65/39



ایک بات ذہن نشین کر لیجیے کہ اللہ کو کسی قوم یا شخص سے محبت نہیں ہے۔ اللہ کو اپنے قانون سے محبت ہے جو اس کے قانون کو مانے وہ اس کو محبوب ہے اور جو نہ مانے وہ مردود ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یونس اور لوط علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کو دوسرے لوگوں پر فضیلت بخشی گئی تھی۔ مگر ان کی بابت بھی فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾

”ان کے آباواجداد، بیٹوں اور بھائیوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت کی تھی۔ یہ ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے عطا فرماتا ہے۔ اگر یہ بھی شرک کرتے تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔“ [1]

ان واضح اور صریح آیات سے ثابت ہوا کہ شرک اعمال صالح کو کھا جاتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو شرک سے بچنا چاہیے۔

شرک پر موت

فرمان الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ ﴾

”بے شک اللہ اس بات کو کبھی معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ علاوہ ازیں دوسرے گناہ جو وہ چاہے گا معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تخلیق کیا اور یہ بڑے سخت گناہ کی بات ہے۔“ [2]

[1] الأنعام :6/87، 88 [2] النساء :4/ 48

پھر مزید فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ جو وہ چاہے، معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔'' [1]

شرک اس قدر خطرناک گناہ ہے کہ اس کے علاوہ باقی کا فیصلہ وقت آنے پر ہوگا مگر شرک کا فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ اس کی معافی نہیں ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ باقی گناہ کرنے والے سے امید کی جا سکتی ہے کہ کسی وقت توبہ کر لے گا کیونکہ گناہ کو ہر شخص گناہ ہی کہتا ہے۔ مگر مشرک اور بدعتی تمام عمر اس خوش فہمی میں رہتا ہے کہ وہ نیکی کر رہا ہے اور وہ شرک و بدعت کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاحیات اسے توبہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو مکڑے کی طرح خیالات کا تانا بانا بنا کر مضبوط قلعے میں محفوظ سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت کا ایک ہی جھٹکا سب تانا بانا بکھیر کر رکھ دیتا ہے۔



شرک تمام برائیوں کی جڑ ہے!

مشرک کا یہ عقیدہ پختہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بات منوانے کے لیے سفارش کام کر سکتی ہے۔ مکڑے کی طرح وہ تمام عمر اسی غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ فوت شدہ بزرگ سفارش کر کے اسے نجات دلا سکتے ہیں اور اس کی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ وہ اپنے خیال کے مطابق بزرگوں کی روحوں کو اپنے حق میں راضی رکھنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز اور عرس بھنڈارے پر حاضری کو کافی سمجھتے ہوئے عمر کھپا دیتا ہے۔ باقی گناہوں سے وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے۔ گویا شرک تمام گناہوں کی جڑ ہے، مثلاً ایک بازاری عورت اپنے گناہ کی معافی کے لیے مسجد میں کبھی نہیں جاتی، بلکہ وہ پیر کے مزار پر چڑھاوا دینا کافی خیال کرتی ہے۔ اسی غلط فہمی بلکہ خوش فہمی میں وہ عمر گزار دیتی ہے۔ اخبارات میں اغوا اور لٹ جانے کی خبریں اکثر دیکھی جاتی ہیں۔ یہ سب شرک ہی کا نتیجہ ہے۔

---

[1] النساء 4/116



شرک کیوں؟

یہ ہرگز نہ بھولیے کہ شیطان ہمارا ازلی و ابدی دشمن ہے۔ اس کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسان اس کا شکار ہوں۔ جو انسان ذرا اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے اس پر شیطان قبضہ کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ○﴾

''اور جس نے بھی یاد رحمان سے غفلت کی ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں جو کہ اس کا ہم نشین بن جاتا ہے، پھر وہ اس کو سیدھی راہ سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس آ پہنچے گا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا: کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا بُعد ہوتا تُو تو بدترین ساتھی نکلا۔'' [1]

ادھر اللہ تعالیٰ نے تلاش حق کا جذبہ ہر دل میں رکھ دیا ہے۔ انسان ہمیشہ حق کا متلاشی رہا ہے۔ شیطان انسان کے اس جذبے سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی کوشش انسان کو بے علم رکھنے پر صرف کرتا ہے تاکہ وہ حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے اور پھر مندرجہ بالا آیت کے مطابق باطل کو اس کے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے کہ انسان اسی کو حق سمجھ کر اسی پر سرمایۂ حیات کھپا دیتا ہے اور اسے کبھی تو بہ نصیب نہیں ہوتی یہاں تک کہ موت کا جھٹکا آتے ہی حقیقت اس کے سامنے کھل جاتی ہے اور وہ دن آ جاتا ہے جس کی بابت فرمان الٰہی ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○﴾

''جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ بھی فائدہ نہ دے گی اور ان پر لعنت پڑے گی اور بدترین ٹھکانا ان کے حصے میں آئے گا۔'' [2]

---

[1] الزخرف 43/36-38 [2] المومن 40/52



شیطان خوب جانتا ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کیونکہ شرک کی معافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں زیادہ سے زیادہ لوگ شرک میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی بہت سی فوج اس کی مدد کے لیے کمر بستہ ہے۔ وہ علماء، پیر اور درویش کا روپ دھار کر انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے اس طرح آگاہ فرمایا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○﴾

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ مگر ان میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حق کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔“[1]

یہ ہیں گندم نما جو فروش مولوی، پیر اور درویش، جن کے آستانوں کی رونق اور ان کی قوت کا سرچشمہ بھی ہم ہی ہیں۔ اس حق کو چھپانے کے لیے وہ معاوضہ بھی ہم ہی سے وصول کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی پڑھیے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

”اے ایمان والو! ان عالموں اور پیروں میں سے اکثر ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔“[2]

ہم اتنے جاہل ہیں کہ اپنا سب کچھ لٹا کر بھی اس زعمِ باطل میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ ہم پر احسانِ عظیم فرما رہے ہیں۔ یہ لوگ ہمارا ہی خون چوس کر ہم پر ہی فوقیت جتاتے ہیں۔ ہمیں اس قدر فریب زدہ کر دیتے ہیں کہ ہم ان کی خاطر لڑنے مرنے پر تیار رہتے ہیں ؎

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

مزید ارشاد الٰہی پڑھیے:

﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ﴾

---

[1] البقرة 2/146: [2] التوبة 9/34:



''اور جب ہماری واضح آیات ان کو سنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ منکرین حق کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہماری آیات پڑھ کر سنانے والوں پر ابھی حملہ کر دیں گے۔'' [1]

قارئین کرام! آپ نے اکثر ایسے تصادم دیکھے بھی ہوں گے۔ یہ سب ان دھوکہ بازوں کا کیا دھرا ہوتا ہے۔ عوام ان پر فریفتہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ آسان مذہب اور معافی کا پرچار کرتے ہیں جو لوگوں کی پسند ہے۔ وہ اسی کو حق سمجھ کر اسی پر سرمایہ حیات کھپا دیتے ہیں اور پھر:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝﴾

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان احکامات کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیے ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ ہم اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباواجداد کو پایا ہے۔ اگرچہ ان کے آباواجداد بے سمجھ اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہوں۔'' [2]

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝﴾

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کی نازل کی ہوئی چیز یعنی قرآن اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ جس پر ہم نے اپنے آبا اجداد کو پایا وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ (کیا یہ باپ دادا ہی کی تقلید کیے چلے جائیں گے) خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستے کی انھیں خبر ہی نہ ہو۔'' [3]

قارئین کرام! ذہن نشین رکھیں کہ یہ دھوکے دینے والا شیطان اور اس کے نائب ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات کا حوالہ دے کر یہ باور کروا دیتے ہیں کہ اس کائنات میں اللہ والے یوں بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ان کو اللہ نے اختیار دے رکھا

---

[1] الحج 22:72 [2] البقرة 2:170 [3] المائدة 5:104

ہے۔ جبکہ یہ نرا دھوکہ ہے۔

آیئے! اہم معجزہ اور کرامات کی حقیقت پر قرآن کریم کی روشنی میں غور کرلیں۔

معجزہ وکرامت

ہمیں فریب دینے کے لیے جو "معجزات وکرامات" سنائے جاتے ہیں ان میں سے کئی تو من گھڑت اور ہوائی ہوتے ہیں لیکن اگر "سچ" بھی ہوں تو آپ ایک بات یاد رکھیں کہ معجزہ نبی کا اور کرامت ولی کی اپنا فعل نہیں ہوتا، بلکہ یہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اس کے اظہار میں بزرگ بے بس ہوتا ہے۔

جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

مثلاً: دیکھیے کہ کفار نے بار بار معجزات کا مطالبہ کیا اور پیش نہ کرنے کی صورت میں نبی اکرم ﷺ پر اعتراض کیا۔ ان کا جواب اللہ کریم نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝﴾

"اور آپ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے تھے اور ان کی بیویاں اور اولادیں بھی تھیں۔ کسی نبی کے بس میں کبھی یہ نہ ہوا کہ بغیر اللہ کے اذن کے کوئی نشانی (معجزہ) لے آتا، بلکہ ہر وعدے کے لیے ایک نوشت (تحریر) ہوتی ہے۔"[1]

پھر واضح فرمایا کہ یہ کوئی نیا اعتراض نہیں ہے، بلکہ قوم نوح اور عاد وثمود کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ انھوں نے بھی اپنے انبیائے کرام ﷩ پر یہ اعتراض جڑا تھا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

---

[1] الرعد 13:38

﴿قَالُوٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ
يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖؕ وَمَا كَانَ
لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ○﴾

”انھوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح کے بشر ہی ہو۔ تمھارا تو یہ ارادہ ہے کہ تم ہم کو ان کی عبادت کرنے سے روکو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ پس ہمارے پاس کوئی صاف صاف دلیل لاؤ۔ ان کے انبیائے کرام نے کہا کہ ہم تو تمھاری مانند بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دیتا ہے۔ ہمارے بس کی بات نہیں کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی دلیل لے آئیں۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ پر توکل ہی کریں۔“ [1]

اگر آپ اب بھی بات نہیں سمجھے تو لیجیے آپ کے سامنے صرف دو مثالیں پیش کرتا ہوں، مثلاً: موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے نکلنے اور مدین پہنچنے کا قصہ مختصر طور پر پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ قصہ یہاں ختم ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی تھی۔ پس ان دونوں جوان لڑکیوں نے پانی پلانے کا قصہ اپنے باپ سے بیان کیا اور مشورہ دیا کہ اس کو ملازم رکھ لیا جائے کہ ہمارا بھائی کوئی نہیں۔ ان میں سے ایک کو باپ نے موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے بھیجا۔ یہ باپ بھی اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو کہ کمزور اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت شعیب علیہما السلام کے مابین معاہدہ ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک بیٹی کو ان سے بیاہ دیا۔ معاہدے کی مدت ختم ہونے پر موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو لے کر اپنے وطن مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جنگل کی راہ تھی اور سخت سردی کا موسم تھا۔ رات کا وقت اور راستہ نامعلوم تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ پہاڑ پر مجھے آگ دکھائی دی ہے میں وہاں جاتا ہوں تاکہ کوئی انگارہ لاؤں جسے آپ تاپ سکیں یا شاید وہاں مجھے کوئی راستہ بتانے والا بھی مل جائے۔

[1] إبراھیم: 14/10، 11



جب وہاں پہنچے تو آواز آئی:

﴿ أَن يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ○ ﴾

”اے موسیٰ! میں اللہ، جہانوں کا پروردگار ہوں۔ تُو اپنی لاٹھی کو رکھ دے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے جب اس کو بڑے اژدھا کی طرح حرکت کرتے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا اور گھوم کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! آگے آ اور مت ڈر، تو بالکل محفوظ ہے۔“ [1]

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ لاٹھی ایک عرصہ دراز سے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی اسے ڈالنے کا حکم دینے سے پہلے اللہ کریم نے لاٹھی کی کیفیت کا یقین دلانے کے لیے اور دل سے ڈر نکلوانے کے لیے پوچھا تھا:

﴿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ○ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ○ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ○ ﴾

”اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں علاوہ ازیں میں کئی فوائد اس سے حاصل کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس کو زمین پر ڈال دے۔“ [2]

قرآن کی عبارت بتا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس لاٹھی کی صورت وسیرت یوں بھی بدل سکتی ہے۔ اگر ان کے دل میں ایسا کوئی تصور پہلے سے موجود ہوتا تو وہ کبھی بھی نہ ڈرتے۔ پھر دیکھیے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں اللہ کا پیغام سنانے کے لیے جا کھڑے ہوئے۔ اسی لاٹھی سے جب اللہ نے چاہا تو کئی بار معجزہ ظاہر ہوا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اسے جادو قرار دیا۔ مقابلے کے لیے جادوگر اکٹھے کر لیے۔ مقررہ وقت پر جادوگر آئے اور جادوگری کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے چھوٹی چھوٹی رسیوں اور

---

[1] القصص: 28/30، 31   [2] طٰہٰ: 20/17، 19

لکڑیوں سے سانپ بنا کر دکھائے۔ جس کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا ہے:

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۝ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ۝ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ط﴾

''پس جب جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو کی وجہ سے دوڑتی ہوئی دکھائی دینے لگیں تو موسیٰ ڈر گیا اور ڈر کو اپنے دل میں چھپایا۔ پس ہم نے کہا: اے موسیٰ! مت ڈرو، تم ہی غالب رہو گے اور جو کچھ تمھارے داہنے ہاتھ میں ہے، اسے ڈال دو، یہ ان چیزوں کو نگل جائے گا جو انھوں نے بنائی ہیں۔'' [1]

غور کیجیے! حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی وہی، لاٹھی بھی وہی، جس کا تجربہ کئی بار پہلے کرایا جا چکا ہے۔ مگر ہر بار اس کو سانپ میں تبدیل کر دینا اپنے بس میں نہیں اور نہ ہی یہ یقین ہے کہ میرے ڈالنے سے یہ سانپ بن سکتا ہے۔ ورنہ ڈرنے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ چپکے سے ڈال دیا ہوتا اور یہ سب کچھ نگل گیا ہوتا۔ مگر یہ کام اللہ کا ہے۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو دل میں خوف محسوس کر رہے تھے۔ اب ایک مثال اور لیجیے۔ یہ ہیں سردار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

''کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

کفار کے مطالبات دیکھیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سنیے۔ کفار معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:

﴿وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ ط وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝﴾

---

[1] طٰہٰ:20/66-69

''انھوں نے کہا: ہم تیری بات نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کردے، یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور تو اس میں نہریں رواں کردے، یا تو آسمان کے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرادے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے، یا اللہ اور فرشتوں کو روبرو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار دے جسے ہم پڑھیں۔ (اے نبی! ان سے) کہہ دیجیے پاک ہے میرا پروردگار! میں تو صرف ایک پیغام لانے والا انسان ہی ہوں۔'' [1]

معجزہ خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ جب اللہ کا اذن ہوا تو معجزات میرے نبی ﷺ سے ظاہر بھی ہوئے۔ بدر کے میدان میں آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر کر ریت فضا میں بکھیر دی جو کفار کی آنکھوں میں پڑی۔ اس کے برعکس وہ وقت بھی یاد رکھیے جب طائف کے لونڈوں نے میرے آقا ﷺ کو گستاخانہ طور پر ستایا اور زخمی کر دیا۔ جب آپ ﷺ تھک کر بیٹھنا چاہتے تو وہ پتھر مار کر آگے چلنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ اگر بس میں ہوتا تو ایک مٹھی ریت فضا میں بکھیر دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ مگر معجزہ خالص اللہ کا فعل ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ اپنی ایک کتاب ''تحفۃ الموحدین'' میں رقمطراز ہیں: ''باید دانست کہ کرامتِ اولیا حق است ومنکرِ آں از ایمان حلاوتے ندارو۔ خرقِ عادتیکہ از انبیاء ظاہر شود آنرا در عرف شرع معجزہ مے خوانند۔ واگر از دیگر بزرگان پدیرآید کرامتش مے نامند ومنشاہر دو یکے است۔ یعنی قرب بارگاہِ الٰہی۔ اما ظہورِ معجزہ کرامت باختیار بزرگان نیست بلکہ باختیار وقدرتِ خدائے عزوجل است وبزرگان بذات خود قوت کردن آں نمے دارند۔''

''جاننا چاہیے کہ اولیا کی کرامت برحق ہے۔ اس کا منکر ایمانی حلاوت سے محروم ہے۔ جو خارق عادت بات انبیاء سے ظاہر ہوتی ہے اسے شرع کے عرف میں معجزہ کہتے ہیں اور اگر دوسرے بزرگوں سے ظاہر ہو تو اس کا نام کرامت رکھتے ہیں۔ مگر منشاء دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی بارگاہِ الٰہی کا قرب۔ لیکن یاد رہے کہ معجزے اور کرامت کا ظاہر کرنا بزرگوں کے

---

[1] بنی اسرائیل 17:90-93

اختیار میں نہیں ہے، بلکہ خدائے عزوجل کے اختیار وقدرت میں ہے۔ بزرگ اپنی ذات میں اس کی طاقت نہیں رکھتے۔"

اختصار کی خاطر بس کرتا ہوں۔ مقصد یہ ذہن نشین کروانا ہے کہ فریب دینے والا آپ کو فریب نہ دے جائے۔

اپنا جواب خود دینا ہوگا

اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے کہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھالے گا یا کوئی ذمہ داری لے کر چھڑالے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾

"اے ایمان والو! اپنی جانوں کی ذمہ داری تم پر ہی ہے۔ اگر تم ہدایت پاؤ تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"[1]

مزید فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○ ﴾

"اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کردے یا اللہ

---

[1] المائدة :5/105



کی سچی باتوں کو جھٹلائے۔ ان لوگوں کو نصیبوں کا لکھا ہوا تو ملتا رہے گا یہاں تک کہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارا کرتے تھے؟ جواب دیں گے کہ وہ سب ساتھ چھوڑ گئے۔ اس طرح وہ اپنی ہی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔ حکم ہوگا کہ تم بھی جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں کے ساتھ واصل جہنم ہو جاؤ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جب ایک جماعت داخلِ جہنم ہوگی تو وہ اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ اس میں سب کے سب اکٹھے ہو جائیں گے۔ بعد میں ہونے والے لوگ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ ان کو آگ کا دگنا عذاب دے۔ حکم ہوگا کہ سب کے لیے عذاب دگنا ہی ہے مگر تم جانتے نہیں ہو۔ پھر پہلے گزرے ہوئے لوگ بعد میں ہونے والے لوگوں کو کہیں گے کہ تم کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی (تم خود گمراہ ہونا چاہتے تھے۔ تب ہی ہم نے تم کو کیا) آج اپنے کمائے ہوئے کا مزا چکھو۔"[1]

غور کیجیے کہ کوئی بہانہ کار آمد نہ ہوگا۔ گمراہ کرنے والا تو گرفتارِ عذاب ہوگا مگر اس کا فرمانبردار کسی حیلے بہانے سے بچ نہ سکے گا۔ کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا۔ پیری و مریدی کے یہ دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝ ﴾

"جب فرمانبرداری کروانے والے لوگ اپنے فرمانبرداروں سے بیزار ہوں گے۔ عذاب سامنے دکھائی دے رہا ہوگا اور آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ فرمانبردار کہیں گے کہ ہائے افسوس! اگر ایک بار ہمیں پھر دنیا میں جانے دیا جائے تو

[1] الأعراف :7/37-39

ہم ان لوگوں سے یوں ہی بیزار ہوں گے جس طرح یہ آج ہم سے بیزار ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کرتوت دکھائے گا اور ان کے دلوں میں حسرت رہے گی اور وہ آگ سے کسی طور بھی نکل نہ سکیں گے۔" [1]

آج ان لوگوں کی دوکانوں کو چمکانے والے لوگ جو ان جھوٹے دعویداروں کی تائید میں زندہ باد کے نعرے لگاتے پھر رہے ہیں خبردار رہیں کہ وہ دن بہت ہی سخت ہوگا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ۝ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ ﴾

"جس دن ظالم فرطِ غم کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کر کھائیں گے، کہیں گے کہ ہائے افسوس! میں رسول (ﷺ) کے نقش قدم پر چلتا۔ ہائے افسوس! میں فلاں شخص کو ہم نشین نہ بناتا۔ بعد ازیں میرے پاس ذکر (قرآن) بھی آ گیا تھا۔ اس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ شیطان تو انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ پھر رسول (ﷺ) فرمائیں گے کہ میرے پروردگار! میری اس قوم نے اس قرآن کو یوں رکھا تھا، گویا انھوں نے اسے چھوڑ ہی دیا تھا۔" [2]

فرمانِ الٰہی اور احکامِ نبوی کو پس پشت ڈال کر اندھی تقلید کے پرستار ملمع سازوں کے اشاروں پر جان نچھاور کرنے والے آج ہی اپنے انجام پر نگاہ ڈال لیں ورنہ۔

"پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔"

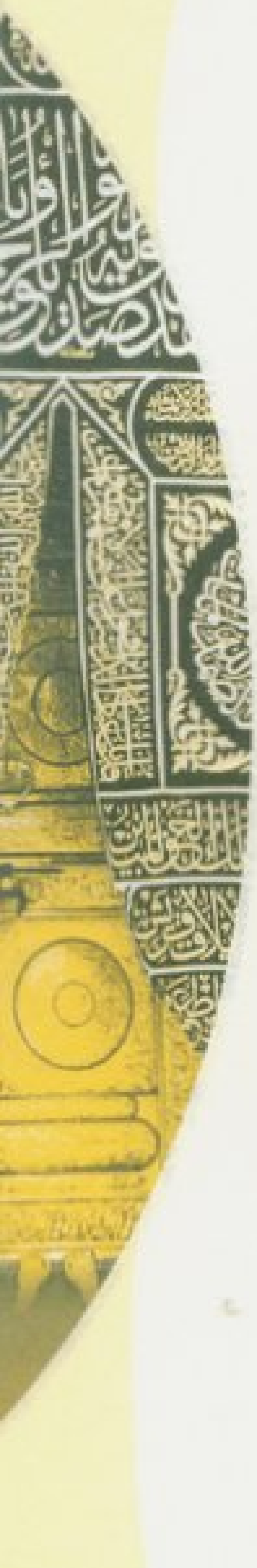
قرآن پاک نے اس خوفناک وقت کی تصویر یوں کھینچی ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝ ﴾

کاش! تو مجرموں کو اس حالت میں دیکھ لے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے



[1] البقرۃ: 2/166، 167 [2] الفرقان: 25/27-30



روبرو سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا ہے اور سن لیا ہے۔ پس اب ایک بار ہم کو دنیا میں لوٹا دے تاکہ ہم اعمال صالح کرلیں۔ بے شک ہم کو یقین آگیا ہے۔'' [1]

نہ بھولیے! کہ اس دنیا میں صرف ایک ہی بار آنا ہے۔ میرے پیغمبر ﷺ کے ایک ارشاد کا ترجمہ مولانا حالی نے اپنی مشہور کتاب مدو جزر اسلام المعروف ''مسدس حالی'' میں یوں لکھا ہے۔

غنیمت ہے صحت، علالت سے پہلے ۔۔۔ فراغت، مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی، بڑھاپے کی زحمت سے پہلے ۔۔۔ اقامت، مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت

ورنہ مایوسی میں غم وغصہ کسی کام نہ آسکے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝﴾

''کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو جنوں اور انسانوں میں سے وہ دکھادے جنھوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تاکہ ہم ان کو پاؤں تلے روند ڈالیں اور وہ ذلیل ہوجائیں۔'' [2]

مزید فرمایا:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝﴾

''جس دن ان کے چہرے آگ میں پھیرے جائیں گے وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سیّدوں اور بڑوں کی فرمانبرداری کی تھی۔ انھوں نے ہم کو راہ راست سے گمراہ کردیا۔ اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا

---

[1] السجدة: 12/32 [2] حم السجدة: 29/41



عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت کر۔“ [1]

مزید ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى
بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ
لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ
صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ
بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۚ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾

”کاش! تم ان ظالموں کا اس وقت کا حال دیکھو جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوں گے۔ کمزور اور دبے ہوئے لوگ زور آور اور متکبر لوگوں کو کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ یہ جابر اور مغرور لوگ ان کو جواب دیں گے: کیا جب ہدایت تمھارے پاس آگئی تھی تو ہم نے تم کو اس سے روکا تھا؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ پھر کمزور اور دبے ہوئے لوگ مغرور لوگوں کو کہیں گے: تم ہی تو تھے جو شب و روز ہمارے ساتھ مکاریاں کرتے تھے ہم کو اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور شرک کرنے کا حکم دیتے تھے۔ یہ دونوں فریق جب عذاب دیکھیں گے تو اپنی شرمندگی چھپائیں گے۔“ [2]

میرے ہم جنسو!

ہے یاں سے یہ قافلہ جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ کوئی کسی کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔ آج ہم جن جھوٹے دعویداروں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ وہ ہم سے بیزار ہو جائیں گے۔ حکم ہوگا:

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○

[1] الأحزاب: 33/66-68 [2] سبا: 34/31-33

﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۝ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ۝ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ۝﴾

"گھیر لاؤ سب ظالموں، ان کے ساتھیوں اور ان کو جن کو یہ اللہ کے علاوہ پوجتے تھے۔ ان کو دوزخ کی راہ دکھاؤ۔ اور ذرا روکو ان کو! ان سے سوال پوچھا جائے گا۔ تم کو کیا ہو گیا ہے، اب کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ اس روز وہ نہایت فرمانبردار بن جائیں گے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے پوچھیں گے۔ تم ہی تو ہو جو ہم پر زور دکھاتے ہوئے چڑھے آتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم تو خود ہی بے ایمان تھے۔ ہمیں تم پر کیا غلبہ ہو سکتا تھا۔ تم تو خود ہی باغی تھے۔ آج ہمارے پروردگار کا فرمان ہم پر حق ہو گیا ہے۔ ہم چکھنے والے ہیں عذاب ہیں۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا کیونکہ ہم خود گم کردہ راہ تھے۔" [1]

یہ گندم نما جو فروش پیشواؤں کا حال ہے جو جھوٹی روحانیت کے ڈھول بجا کر لوگوں کو لوٹ لوٹ کر کھا رہے ہیں اور ان فرمانبردار مریدوں کا حال ہے جو ان پیروں اور مرشدوں کی روحانیت کے گن گاتے ہیں اور اپنی خون پسینے کی کمائی بلکہ عزت و آبرو لٹا کر بھی سمجھتے ہیں کہ یہ مرشد ہم پر احسان عظیم کر رہے ہیں۔ آیت صاف بتا رہی ہے کہ یہ لوگ خود کسی ایسے مذہب کے متلاشی تھے جو ان پیشواؤں نے ان کو گھڑ کر دے دیا۔ یہ برابر کے مجرم ہیں۔

ہنسی آتی ہے مجھے حضرت انسان پر
غلطیاں یہ خود کرے لعنت کرے شیطان پر

مگر یہ تمام عذر لنگ ثابت ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا

[1] الصافات: 37/22-32

لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا
مِنْ مَّحِيْصٍ ○ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ
وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ
الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾

”اور یہ لوگ جب اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اس وقت ان میں سے جو دنیا میں کمزور تھے وہ ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے کہ ہم تمھارے فرمانبردار تھے۔ کیا تم اللہ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ٹال سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت کرتا تو ہم بھی تم کو ہدایت کرتے۔ آج ہم صبر کریں یا اظہارِ بے قراری، یکساں ہے۔ ہمارے بھاگ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا مگر میں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ مجھے تم پر کوئی غلبہ حاصل نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے قبول کر لی۔ آج تم مجھ کو ملامت نہ کرو، بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو۔ آج میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ تم میری۔ جو مجھ کو تم خدائی میں شریک ٹھہراتے رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ [1]

یہ تکرار جاری رہے گی۔ مگر کوئی ذمہ داری قبول کرے گا نہ عذاب سے چھوٹ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق مزید فرمایا:

﴿ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا
لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ○ قَالَ الَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ
فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ○ قَالُوْٓا

[1] إبراهيم :22،21/14



﴿ أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ○ ﴾

''اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ جو دنیا میں کمزور تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ ہم تمھارے فرمانبردار تھے۔ کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟ مغرور جواب دیں گے کہ ہم سب ہی اس میں ہیں اور اللہ نے بندوں کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ اہل دوزخ جہنم کے چوکیداروں سے کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ہمارا عذاب ایک لمحہ کے لیے ہی کم کر دے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمھارے رسول تمھارے پاس صاف صاف دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے: آئے تھے۔ پھر وہ جواب دیں گے: اب تم خود ہی دعا کرلو۔ مگر ظالموں کی دعائیں اکارت ہی جاتی ہیں۔'' [1]

غور فرمائیں! مشرک کے انجام پر کہ خود پروردگار سے یہ ہمیشہ مایوس ہی رہتا ہے۔ دوسروں سے دعائیں کروانے کی عادت وہاں بھی ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ اس نے اللہ کو پروردگار جانا نہ اس سے خود دعا مانگنے کی ضرورت محسوس کی۔ وہاں بھی کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے دعا کرو۔ یہ یوں ہی در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرے، ایک دروازے سے مایوس ہوئے تو دوسرے کی چوکھٹ تھام لی اور وہاں سے مراد بر نہ آئی تو آگے چل دیے۔ شیطان مشرک پر یوں سوار ہو جاتا ہے کہ اسے شرک ہی عین توحید دکھائی دینے لگتی ہے۔

نہ بھولیے کہ اللہ ہی صرف ایک ذات ہے جو اپنے بندے سے شرم کرتا ہے کہ اس کا بندہ جو اس سے مانگ رہا ہے وہ اسے خالی ہاتھ لوٹا دے۔ آج بھی وقت ہے کہ اگر آپ نے تمام عمر شرک کی غلاظت میں کاٹ دی ہے تو اب بھی توبہ کر کے واپس آ جائیں تو اللہ کو آپ غفور و رحیم پائیں گے۔

رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہوں

دیکھیے! اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ سے کہہ رہا ہے کہ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو:

---

[1] المؤمن: 40/47، 50

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ ﴾

’’اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا، اللہ تو سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ بے شک وہ غفور و رحیم ہے۔ اپنے پروردگار کی طرف جھک جاؤ اور اس کے مطیع فرمان ہو جاؤ۔ اس سے قبل کہ جب تم عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ تو تمھارا پھر کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔ جو تمھارے رب کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اس میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرو۔ اس سے قبل کہ تم کو عذاب اچانک ہی آ گھیرے اور تم کو وہم و گماں تک نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی پچھتائے اور کہے: ہائے افسوس! میں اللہ کے بارے میں تقصیر کرتا رہا بلکہ میں تو الٹا مذاق کرنے والوں میں شامل تھا۔ یا پھر کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا جب تم میں سے کوئی عذاب دیکھے تو کہے کہ ہائے افسوس! اگر مجھے ایک بار پھر واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔‘‘ [1]

دل سے یہ غلط فہمی نکال دیں کہ اللہ کی فرمانبرداری میں آپ کو کوئی نقصان ہوگا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبرداروں کی دنیا بھی سنوارنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ لیجیے صرف ایک مثال دیکھ لیجیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ﴾



---

[1] الزمر: 39/53-58



''اگر ان بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین میں سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن یہ جھٹلاتے ہیں اور ہم ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کی گرفت کرتے ہیں۔''[1]

دنیا میں آج دولت کی ریل پیل کے باوجود سکون قلب ناپید ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ نے برکتوں کے دروازے بند کر لیے۔ جس کام سے اللہ برکت ہی اٹھالے اس میں سکون کہاں اور اطمینان کب ہو سکتا ہے؟ اس فرمانبرداری کے ثمرات آپ دنیا میں بھی دیکھ لیں گے اور آپ قیامت کا حال بھی پڑھیں۔ جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا اور اپنے اعمال صالح کے نور کے سوا کوئی روشنی نہ ہوگی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۚ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۚ قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۚ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ اُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُونَ ۝﴾

''اس دن تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور دائیں بائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تمھارے لیے آج خوشخبری ہے ان بہشتوں کی جن کے اندر نہریں جاری ہیں۔ تم ان میں ہمیشہ رہو

[1] الأعراف: 96/7

گے۔ یہ بہت بڑی مراد پانا ہے۔ اس دن منافق مرد اور عورتیں اہلِ ایمان سے کہیں گے کہ ہماری طرف ایک نظر تو دیکھو تا کہ ہم بھی تمھارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔ ان سے کہا جائے گا: پیچھے ہٹ جاؤ اپنا نور کہیں اور سے لاؤ۔ اس دوران میں ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دروازے کے اندر رحمت ہوگی اور اس کے باہر عذاب ہوگا۔ وہ نور سے محروم ان خوش نصیبوں کو پکار کر کہیں گے: کیا ہم تمھارے ساتھ نہ رہتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ کیوں نہیں لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈال لیا تھا۔ تم انتظار کرتے رہے اور مصلحت کوشی میں لگے رہے تم کو جھوٹی امیدوں نے دھوکے میں ڈالے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا۔ تم کو اللہ کے بارے میں فریب دینے والے نے دھوکے ہی میں ڈالے رکھا۔ آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، تمھارا ٹھکانا آگ ہے (تم نے اللہ کو تو کبھی مولا مانا ہی نہیں) یہی دوزخ آج تمھارا مولا ہے اور یہ بدترین انجام ہے۔ کیا ان ایمان کا دعویٰ کرنے والوں پر ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھک جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ ان کے دل سخت ہوتے گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہو گئے۔'' [1]

---

[1] الحدید : 57/12-16



رب العالمین سے عہد و پیمان اور اس کے تقاضے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے ان کی تخلیق سے پہلے ایک عہد لیا تھا اور وہ یہ تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ ''کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟'' اس وقت سب نے یہ کہا: ''کیوں نہیں، اے ہمارے رب!'' اس وقت سب نے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔

گویا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف و اقرار انسانوں کی فطرت میں داخل اور ان کے وجدان میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس ربوبیت کا مطلب اور تقاضا کیا ہے؟

یہی کہ انسان از خود پیدا نہیں ہو گیا بلکہ اسے خالق کائنات نے پیدا کیا ہے اور اس نے اسے محض کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں کیا، بلکہ ایک مقصد کے تحت اسے وجود بخشا ہے اور وہ مقصد ہے اللہ کی عبادت و اطاعت۔

اب اس ربوبیت کا مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ انسان صرف عبادت بھی اسی کی کرے اور اطاعت بھی اسی کی کرے۔ عبادت بھی اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں اور اطاعت کا حق دار بھی صرف اور صرف اللہ ہے۔



اللہ تعالیٰ کا سوال

اللہ نے آپ سے ایک سوال پوچھا ہے۔

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ ﴾

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔'' [1]

آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اپنی زندگی پر نظر ڈالیے۔ رحمانیت کے تحت وہ آپ کو کتنی نعمتیں دے رہا ہے۔ اعلان کرتا ہے کہ مجھ سے مانگنے والوں کے لیے میری رحیمیت مخصوص ہے:

﴿ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۠ ﴾

''اور جو تم نے مانگا وہ تم کو دیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو گے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔'' [2]

یہ بدگمانی کیوں؟ یہ طفیل اور صدقے اور واسطے کیسے؟

وما علینا إلا البلاغ

---

[1] الزمر :36/39 [2] إبراھیم :34/13



آخری گزارش

قارئین کرام! جس قدر بھی اختصار ممکن تھا میں نے کیا ہے۔ بات بہت طویل ہو جانے کا خطرہ تھا۔ ورنہ یہ باتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں۔ جو چیز قرآن کو پڑھ کر میں سمجھا ہوں اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کسی مقام پر میں نے قرآن کا اصل مدعا ومفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ لیکن اگر کوئی مقام ایسا دکھائی دے تو آپ مجھے خط لکھ کر آگاہ کر دیں لیکن اگر میری بات درست ہے تو آپ سے گزارش ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کیجیے اور وہ اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ پیغام پہنچائیے اور میرے لیے دعائے خیر کیجیے۔

آہ! اے رازِ عیاں کے نہ سمجھنے والے ! حلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے
ہائے غفلت! کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز ناز زیبا تھا تجھے، تو ہے مگر گرمِ نیاز
تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے نہ سیہ روز رہے پھر، نہ سیہ کار رہے
(اقبال)

میں صاحبِ علم ہوں نہ مجھے صاحبِ علم ہونے کا زعم کبھی ہوا لیکن اچھی بات اگر جاہل بھی کہے تو اسے بھی پرکھنا اور قبول کرنا عقلمندوں کا کام ہے۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ تو ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ (اقبال)

آپ کی دعاؤں کا طالب: **بشیر احمد لودھی** (بی۔اے، بی ایڈ)
فتح گڑھ، سیالکوٹ ۲۵ فروری ۱۹۸۸ء